بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ﴿الکوثر﴾

عیدالاضحیٰ اور قربانی

فضائل اور احکام

مجموعہ رسائل

(۱) حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ

مجاز بیعت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۲) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ

مرتّب

شمس الحق ھاشم

چانگا، ضلع آنند، گجرات

فون: 9925542320

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (الکوثر)

عید الاضحیٰ اور قربانی

فضائل اور احکام

مجموعہ رسائل

(۱) حضرت مولانا مفتی سید عبد الکریم صاحب گمتھلویؒ

مجاز بیعت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۲) حضرت شاہ عبد الحق محدّث دہلویؒ

مرتّب

شمس الحق ھاشم

چانگا، ضلع آنند، گجرات

فہرست مضامین

(۱) ذوالحجہ ------ ۱

(۲) عشرہ ذوالحجہ کے احکام ------ ۷

(۳) عشرہ ذوالحجہ کے متفرق مسائل ------ ۹

(۴) تکبیر تشریق ------ ۱۰

(۵) قربانی کی تاکید وفضیلت ------ ۱۲

(۶) احکام عیدالاضحیٰ ------ ۱۸

(۷) احکام قربانی ------ ۲۰

(۸) قربانی کا وقت ------ ۲۵

(۹) قربانی کا جانور ------ ۲۶

(۱۰) قربانی کے عیب ------ ۲۹

(۱۱) مسائل ذبح ------ ۳۱

(۱۲) ذبح کرنے کا طریقہ ------ ۳۳

(۱۳) سات چیزیں کھانا منع ہے ------ ۳۳

(۱۴) قربانی کا گوشت اور کھال ------ ۳۴

(۱۵) قربانی کی قضاء ------ ۳۵

(۱۶) عیدین کے احکام ------ ۳۶

(۱۷) عید کی سنتیں ------ ۴۴

(۱۸) عیدین کی نماز کے احکام ------ ۴۵

(۱۹) نماز عیدالاضحیٰ کے احکام ------ ۴۹

(۲۰) نماز عید کا طریقہ ------ ۵۱

(۲۱) چند ضروری مسائل ------ ۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذی الحجہ

حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا سال کے دنوں میں سے کوئی زمانہ جس میں بے انتہا عمل صالح یعنی نیکیاں و بھلائیاں کی گئی ہوں وہ ماہ ذی الحجہ کے عشرہ سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی مساوی درجہ نہیں رکھتا؟ ارشاد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ تین مرتبہ لوگوں نے یہی سوال کیا اور آپؐ نے تینوں مرتبہ یہی جواب عنایت فرمایا پھر فرمایا البتہ وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گیا اور وہیں میدان جہاد میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ (بخاری)

ابن عوانہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں جابرؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔

علماء کہتے ہیں جس نے سال کے افضل دنوں میں روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اسے چاہیئے کہ عشرہ ذی الحجہ میں روزے رکھنے کی منت پوری کرے اور جس نے سال کے کسی ایک افضل دن روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اسے عرفہ کے دن روزہ رکھ کر اپنی نذر پوری کرنا چاہیئے۔ اور جس نے ہفتہ کے کسی دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو تو وہ جمعہ کے دن روزہ رکھے۔

فضیلت روز و شب کی وجہ

عشرہ ذی الحجہ کے دنوں کی افضلیت اس لئے ہے کہ اس میں عرفہ کا دن واقع ہے۔ اور ماہ رمضان کے عشرہ آخر کی راتیں اس لئے افضل ہیں کہ ان میں شب قدر واقع ہے۔ اور چونکہ ماہ ذی الحجہ میں عرفہ کا دن آتا ہے اسی لئے اس دن کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کے روزے

بقر عید کے شروع کے نو دن میں روزوں کی فضیلت اور ان کے مستحب ہونے کی

احادیث درج ہیں۔

ابوداؤد و نسائی میں بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے منقول ہے کہ سرورِ عالم بقرعید کے (۹) دن، دسویں محرم، اور ہر ماہ تین دن کے روزے اکثر و بیشتر رکھا کرتے تھے۔ اور ہر ماہ کے تین دنوں میں سے پہلے پیر اور پہلی جمعرات کے دن روزہ دار رہتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات ذی الحجہ کے عشرہ اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے تھے۔

مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے عشرہ الحجہ میں رسول اللہ کو روزہ دار نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منسوب یہ روایت دیگر احادیث روزہ کے منافی اس لئے نہیں کہ آپؓ سے رسول اکرمؐ کے روزہ دار نہ ہونے کی کیفیت کی روایت ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپؓ کو سرورِ عالمؐ کے روزہ دار ہونے کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بوجہ موانع مثلاً بیماری و سفر درپیش ہوں۔

نیز اس عشرہ کے مطلق عمل صالح کے بارے میں جو فضیلت کے احکام ہیں ان اعمال صالحہ میں روزہ کی فضیلت بھی داخل ہے۔ یعنی اعمال میں سے سب سے زیادہ فضیلت کی چیز روزہ ہے اور رمضان کے روزوں کے علاوہ عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کی زیادہ فضیلت ہے۔

متروکہ سنتیں رسول اکرمؐ کی بعض سنتیں ایسی ہیں جنہیں عام طور پر لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں کہ جس نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا عام از یں کہ وہ قربانی فرض ہو یا نفل ایسے قربانی کرنے والے کو لازم ہے کہ قربانی کرنے تک وہ اپنے بال اور ناخن نہ ترشوائے۔

صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہؓ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول الثقلین نبی خاتم النبیینؐ

نے فرمایا ماہ ذی الحجہ کے عشرہ اول میں اگر کوئی شخص قربانی کرنے کا خیال کرے تو اسے لازم ہے کہ قربانی کرنے تک وہ اپنے جسم اور چہرہ کے بالوں کو کاٹنے وغیرہ کے لئے ہاتھ نہ لگائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ لے۔
ایک روایت میں ہے کہ جس نے بقرعید کا چاند دیکھ کر قربانی کرنیکا ارادہ کیا تو وہ اپنے ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ کٹوائے نہ منڈوائے

جامع الاصول میں صحیح مسلم کی یہ روایت عمر بن مسلم بن عمار لیثی کی زبانی نقل کی گئی ہے کہ عمر بن مسلم نے کہا بقرعید سے پہلے ایک دن ہم غسل خانہ عام میں گئے اور وہاں ہم نے نورہ (بال صفا پوڈر) لگایا۔ جس پر غسل خانہ والوں نے کہا آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ ؐ نے اس زمانہ میں بال لینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد میں (عمر بن مسلم) نے حضرت سعید بن مسیبؒ کے پاس جاکر یہ واقعہ بیان کیا جنہوں نے کہا اے بھتیجے! لوگوں نے یہ حدیث طاق نسیاں بنا دی ہے اور اس پر عمل آوری ترک کر دی ہے۔ حالانکہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ جس نے بقرعید کا چاند دیکھا اسے لازم ہے کہ وہ ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ لے (تا ختم حدیث)

عرفہ کی فضیلت

بقرعید کے مہینہ کے نویں دن کو عرفہ کا دن کہتے ہیں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے کہ عرفہ کا دن افضل ہے یا جمعہ کا دن؟

ایک روایت یہ ہے کہ سال بھر کے دنوں میں عرفہ کا دن افضل ہے اور ہفتہ کے دنوں میں جمعہ کا افضل ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسے ہم نے تفصیل کے ساتھ سفر السعادت کے باب جمعہ میں بیان کیا ہے کہ عرفہ کا وہ دن زیادہ افضل ہے جس دن جمعہ بھی ہو۔

عرفہ کا روزہ

جمہور کا قول ہے کہ عرفہ کا روزہ سنت ہے اور جو لوگ عرفات کے میدان میں نہ ہوں ان کا درجہ اولیٰ روزہ رکھنا چاہیئے۔

حضرت ام الفضل بنت حارثؓ کا بیان ہے کہ میں عرفہ کے دن سرور عالمؐ کے

ساتھ تھی لوگوں میں تیز تیز گفتگو ہوئی کسی نے کہا آپؐ روزہ دار ہیں کسی نے کہا آج آپؐ کا روزہ نہیں ہے۔ جس پر میں (ام الفضلؓ) نے آپؐ کے پاس میدان عرفات میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا۔ جسے آپؐ نے نوش فرما لیا۔ اور آپؐ اونٹنی پر سوار تھے۔ (متفق علیہ)

یہی روایت حضرت میمونہؓ سے بھی مروی ہے۔

ترمذی نے ابوہریرہؓ کے حوالہ سے عبداللہ ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں عبداللہ ابن عمرؓ رسول اکرمؐ کے ساتھ دوران حج میں ہمرکاب تھا۔ اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی شریک تھے۔ آپؐ اور صدیق اکبرؓ عرفہ کے دن روزہ دار نہ تھے۔ میں اور حضرت عمرؓ نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اور ہم سب عرفات میں تھے۔ رسول اکرمؐ نے ہمیں اس (عرفہ کے) دن روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا اور روزہ رکھنے کی ممانعت بھی نہیں فرمائی تھی۔

اکثر علماء کا یہی مسلک و عمل ہے کہ روزہ رکھ کر میدان عرفات میں نہیں جائے۔ اور عرفات میں روزہ نہ رکھنا ہی مستحب ہے تاکہ دعا کرنے والے میں عبادتیں کرنے کی قوت باقی رہے۔

بعض علماء نے میدان عرفات میں جبکہ نویں تاریخ ذی الحجۃ کو وہاں حاجی قیام کرتے ہیں روزہ رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے ایک سال گذشتہ و آیندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اور مذہب حنفیہ یہی ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور خصوصاً وہ حاجی جن میں عبادت کرنے کی قوت و سکت نہ ہو ان کے لئے مستحب نہیں ہے۔ باقی اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

قیام عرفات

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب بارہ کوس کے فاصلہ پر ایک مقام کو عرفات کہتے ہیں، جہاں نویں ذی الحجۃ کو حاجی ٹھہرتے ہیں۔

تعرّف و تعریف

میدان عرفات جس طرح دعائیں کی جاتی ہیں ویسے ہی دوسرے شہروں میں بعض لوگ لباس وغیرہ پہنتے

اور ویسے ہی عمل کرتے ہیں ۔

واضح باد علماء احناف نے بیان کیا ہے میدان عرفاتؔ کے مانند عرفہ کے دن لوگوں کا کسی ایک جگہ جمع ہو کر عمل کرنا اور یہ خود ساختہ عرفہ منانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ عمل بالکل بے اصل ہے جس کی کوئی اساسی حقیقت نہیں ہے ۔ اس کے برعکس امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے اصول روایت کے خلاف یہ لکھا ہے کہ عرفات نما اس قسم کا عرفہ منانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے بصرہ کے قیام کے زمانہ میں خود ایسی طرح عرفہ منایا تھا (اس کی اسناد غیر معلوم ہیں)

مؤلف تبیین نے بھی اس قسم کے عرفہ منانے کو غیر مکروہ لکھا ہے ۔

جامع صغیر برہانی میں علماء کا یہ قول تحریر ہے کہ "تعریف" یعنی عرفہ کے دن لوگوں کا کسی مقام پر اس لئے جمع ہونا تاکہ میدان عرفات کی مانند عمل کر سکیں اور میدان عرفات کے اعمال کی مانند مشابہت پیدا کر سکیں یہ تعریف و خود ساختہ عرفہ منانا بالکل بے اصل و بے بنیاد کام ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس میں جو عبادت کی جاتی ہے وہ غیر مشروع نہیں ہے ۔ کیونکہ جو عبادت کی جاتی ہے یا جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اور بارگاہ الٰہی میں جس تضرع و عاجزی سے دعائیں مانگی جاتی ہیں ان ہی سے کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی چیز سنت یا واجب نہیں ہے ۔ اور یہی مضمون و مفہوم نجم الدین بلخی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے ۔ جامع صغیر میں مرقوم ہے کہ تعریف (یعنی تعرّف و خود ساختہ عرفہ منانا) جو لوگ کرتے ہیں یہ بے اصل و بے بنیاد ہے ۔ اور اگر اس طرح تعریف یعنی تعرّف و عرفہ منایا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ شہر کے تمام صالح، عارف اور عالم ایک جا جمع ہو کر تکبیر و تہلیل کریں اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن عرفات کی مانند اپنے اپنے شہر میں تکبیر و تہلیل کرنا بے بنیاد کام ہے ۔ اور یہ کوئی مسنون کام نہیں ہے ۔ البتہ تہلیل و تکبیر پڑھنا اور عبادت الٰہی کرنا بذاتہ ایک عمدہ مذہبی کام ہے جس سے نیکیاں اور بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں ۔ اور یہی مضمون و مفہوم "کافی" میں بھی مرقوم ہے ۔ جس کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کام

مستحب ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں عبادت گذاروں کی مشابہت کی جاتی ہے۔ جس کا اجر و بدلہ اللہ تعالےٰ دے گا۔ اور یہی مضمون و مفہوم سنن الہدیٰ میں بھی مرقوم ہے جس کے آخر میں لکھا ہے کہ ذکر الٰہی، تسبیح و تہلیل اور اللہ کی جناب میں دعائیں مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس قسم کا خود ساختہ عرفہ منانا تقریباً ہر زمانہ میں اکثر شہروں میں منایا جاتا رہا ہے۔ حجاج کے دنوں میدان عرفات کی طرح اپنے اپنے مقام و شہر میں احرام باندھ کر تلبیہ وغیرہ پڑھنا اور مقررہ آداب و طریق حجاج اختیار کرنا، بے اصل و بے بنیاد کام ہیں در حقیقت امر یہ ہے کہ وقوف میدانِ عرفات کی عبادات صرف میدان عرفات کے لئے مخصوص ہیں۔ باقی اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

علاوہ ازیں دیگر عبادات، ادعیہ و احکام وغیرہ کتب فقہ اور رسالہ جات عبادات میں مرقوم ہیں جو مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔ چونکہ خود ساختہ عرفہ منانا کے احکام ہمیں لکھنا تھے جو ہم نے بہ توفیق الٰہی تحریر کر دیئے ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو سید المرسلین امام المتقین حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ پر آپ کے آل و اصحاب پر اور آپ کے متبعین و پیروی کرنے والوں پر جو راہ حق کے رہنما اور علوم اسلامیہ کو زندہ کرنے والے ہیں آمین یارب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشرۂ ذوالحجہ کے احکام

اس ماہ مبارک میں حج ہوتا ہے اس لئے اس کو ذوالحجہ کہتے ہیں (یعنی حج کا مہینہ) لہٰذا اس سے واقف ہو کر اہتمام کیا جاوے اور وہ احکام یہ ہیں۔

(۱) ذوالحجہ کی یکم سے نہم تک روزے اور دسویں تک شب بیداری۔ (۲) تکبیر تشریق (۳) نماز عیدالاضحیٰ۔ (۴) قربانی۔

ان سب کا مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

اِن احکام میں تین مسئلے خاص طور پر پہلے ہی سے خیال رکھنے کے قابل ہیں۔ اوّل یہ کہ قربانی کو خوب کھلا پلا کر موٹا کرنا مستحب ہے، اس لئے کچھ روز پیشتر ہی خرید لینا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ ان دنوں میں (یعنی پہلی ذیحجہ سے قربانی ہونے تک ناخن اور بال نہ بنواوے۔ تیسرا یہ کہ ذی الحجہ کی چاند رات ہی سے شب بیداری اور پہلی ہی تاریخ سے روزہ رکھنا چاہیئے۔ یہ سب اعمال مستحب ہیں۔

نو دِن کے روزوں اور شب دسویں تک بیداری کی فضیلت

حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور طاق کی اور جفت کی۔ اس آیت کے متعلق درمنثور نے متعدد سندوں سے روایت درج کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس آیت میں دس راتوں سے عشرۂ ذی الحجہ مراد ہے اور طاق سے عرفہ کا دن اور جفت سے قربانی کا دن۔ واللہ اعلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کو ان دس[1] دنوں (کے عمل) سے زیادہ پسند ہو (بخاری)

---

[1] اس میں اختلاف ہے کہ یہ عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان شریف کا عشرہ اخیرہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ مختار یہ ہے کہ اس عشرہ کے دن افضل ہیں اور عشرہ اخیرہ کی راتیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن ایسے نہیں جن میں عبادت کرنا خدا تعالیٰ کو عشرۂ ذی الحجہ (کی عبادت) سے زیادہ پسند ہو (کیونکہ) ان میں سے ہر ایک دن کا روزہ ایک سال روزہ رکھنے کے برابر ہے اور ہر ایک رات کا جاگنا شب قدر میں جاگنے کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ والترمذی وقال اسنادہ ضعیف)

ف ۔ دسویں تاریخ سے تیرہویں تاریخ تک چار یوم کا روزہ حرام ہے۔ اس واسطے اس روزہ کی یہ فضیلت نو تاریخ تک کے لئے ہے۔ اھ

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اللہ تعالےٰ سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ[1] (یعنی ذوالحجہ کی نو تاریخ) کا ایک روزہ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (مسلم) نیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرفہ کا روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے۔ (ترغیب عن البیہقی والطبرانی باسناد حسن)۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پے درپے دو سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (ترغیب عن ابی یعلی ورجالہ رجال الصحیح)۔

ف ۔ یعنی ایک سال گذشتہ کے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ مسلم کی روایت میں گزر چکا۔ اھ

اس عشرہ کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہوئی ہیں، مگر ہم نے اختصار کی وجہ سے چند حدیثیں لکھی ہیں اور انہیں سے معلوم ہو گیا کہ یکم سے نہم تک ہر طرح کی عبادت میں خاص کوشش کرنا چاہیئے اور حتی الوسع ان ایام کو صیام و قیام یعنی روزہ اور شب بیداری میں گزارنا چاہیئے۔ بالخصوص نو تاریخ کا روزہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اب آگے ایک حدیث شریف لکھی جاتی ہے جس سے دسویں رات کو جاگنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] بعض جگہ عوام شب برات کی تیرہویں اور چودہویں کو عرفہ کہتے ہیں وہ بالکل غلط ہے ۔

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص عیدین (یعنی عید الفطر و عید الاضحیٰ) کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لئے بیدار رہا اس کا دل اُس دن زندہ رہے گا جس دن سب کا دل مردہ ہو گا (ترغیب عن ابن ماجہ وقال رواتہ ثقات الاان بقیۃ مدلس وقد عنعنہ)

علاوہ ازیں جن روایتوں میں اِس عشرہ میں نیک عمل اور صیام و قیام کی فضیلت گزر چکی ہے اس سے بھی ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کما لا یخفٰی واللہ اعلم۔

عشرہ ذُوالحجہ کے متفرق مسائل

(۱) جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد بال، ناخن کٹانے اور حجامت بنوانے سے دسویں تاریخ تک رُکا رہے۔

(۲) بقرعید کی پہلی تاریخ سے لے کر نو تاریخ تک ہر دن کا روزہ رکھنا، ایک ایک دن کا روزہ ثواب میں سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور نویں تاریخ یعنی عرفہ کے دن کا روزہ کا ثواب دو سال کے روزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ پھر دسویں سے لے کر تیرہویں تک روزہ رکھنا حرام ہے۔

ف :۔ ذوالحجہ کی نو تاریخ جس دن عرفات کے میدان میں حاجی حج کے لئے جمع ہوتے ہیں اس دن کو عرفہ کہتے ہیں۔ شریعت میں سال بھر کے اندر بس یہی دن عرفہ ہے۔ کم علم لوگوں نے اور بھی کئی دنوں کا نام اپنی طرف سے عرفہ رکھ لیا جو کہ غلط ہے۔

تکبیرِ تشریق

تکبیرِ تشریق نویں ذوالحجہ کی نماز فجر کے بعد سے تیرھویں تاریخ کی عصر کی نماز کے بعد تک ہر فرض عین کا سلام پھیرتے ہی ایک مرتبہ بلند آواز سے کہنا واجب ہے۔ البتہ عورتیں آہستہ آہستہ آواز سے کہیں۔ (شامی)

تنبیہ :- بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں، اس تکبیر کو پڑھتے نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں، حالانکہ اس کا درمیانہ طریقہ پر بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے اس کی اصلاح ضروری ہے۔

ف :- ماہ ذوالحجہ کی گیارہویں، بارہویں، تیرھویں تین تاریخوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ تشریق کے معنی ہیں گوشت کو دھوپ میں ڈالنے کے۔ چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت سکھایا جاتا ہے اس لئے دسویں تاریخ کے بعد ان تین دنوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

(۲) تکبیر تشریق یہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

(۳) نماز جنازہ اور وتروں، سنتوں کے بعد یہ تکبیریں نہ کہی جائیں۔

(۴) تکبیر تشریق امام، مقتدی اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) عورت، مرد مسافر، مقیم، شہر والوں اور گاؤں والوں سب پر واجب ہے۔ (درمختار)

(۵) اگر امام نے یہ تکبیر نہ کہی ہو خواہ قصداً خواہ بھول سے تو مقتدیوں کو پھر بھی تکبیر کہنا ضروری ہے۔

(۶) جن دنوں میں یہ تکبیر کہی جاتی ہے اگر ان دنوں کی کوئی نماز رہ گئی ہو اب اگر اس کی قضا اسی سال کے انہی دنوں میں کی جائے گی تب تو یہ تکبیر کہی جائے گی ورنہ نہیں۔ مثلاً نویں تاریخ کی نماز کی قضا اسی سال کی دسویں کو کی جائے تو تکبیر بھی نماز کے بعد کہی جائے اور اگر اس کی قضا ان دنوں کے گزرنے کے بعد یا اگلے سال کے انہی

دنوں میں کی جائے، اسی طرح ان دنوں سے پہلے کی قضاء نماز اگر ان دنوں میں پڑھے تو یہ تکبیر نہ کہے۔

(۷) مسبوق جس کی رکعت رہ گئی ہو وہ بھی اپنی رکعت پوری کرنے کے بعد یہ تکبیر کہے گا۔ لیکن اگر بھول کر امام کے ساتھ تکبیر تشریق کہہ دے تو بھی نماز ہو گئی اور لاحق جس کی رکعت امام کی اقتدا کرنے کے بعد رہ گئی ہو اس پر بھی یہ تکبیر واجب ہے۔

(۸) نماز کا سلام پھیرنے کے بعد جب تک قبلہ سے سینہ نہ پھیرا ہو اور نہ کوئی ایسا کام کیا ہو جس سے نماز کی بنا ممنوع ہو جاتی ہے۔ اس وقت تک یہ تکبیر کہنا ضروری ہے۔ نماز کے سلام کے بعد اگر کسی نے قہقہہ لگایا یا عمداً حدث کیا یا کلام کیا تو اب یہ تکبیر نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اگر سلام کے بعد خود بخود حدث ہو گیا ہو تو یہ تکبیر کہہ دے کیونکہ اس کے لئے وضو شرط نہیں ہے۔ (مراقی)

قربانی کی تاکید و فضیلت

یہ تاکید و فضیلت کا مضمون "حیات المسلمین" سے کسی قدر تغیر و اختصار کے ساتھ لیا گیا ہے جو شخص پورا مضمون دیکھنا چاہے وہ اصل کتاب ضرور دیکھ لے۔ بلکہ وہ پوری کتاب حرزِ جان بنانے کے قابل ہے۔ بالخصوص دیباچہ کہ روح الارواح ہے۔ اور تاکید تو اسی کے لئے ہے جس پر واجب ہو لیکن جس پر واجب نہ ہو اگر وہ بھی کر دے یا کوئی شخص اپنے بچوں کی طرف سے بھی کر دے تو اس کو بھی بہت ثواب ملتا ہے۔ اور اگر کسی میّت کی طرف سے کرے تو اس میت کو بھی بہت ثواب ملتا ہے۔ اب اس کے متعلق آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

آیت ۱۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (کوثر) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

ف۔ اور یہ حکم امت کو بھی شامل ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہونے کی دلیل کوئی نہیں بلکہ عام ہونے کی دلیل موجود ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص[1] قربانی کی گنجائش رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے (حاکم) اس حدیث شریف سے کس قدر ناراضی معلوم ہوتی ہے، ان سے جو کہ باوجود واجب ہونے کے

---

[1] یعنی کم از کم چار آدمی ہوں ۱۲ منہ

ترک کرتے ہیں، کیا اس کو وہ لوگ سُن کر بھی بیدار نہ ہوں گے ؟

(۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر (یعنی گائے، اونٹ، بکری، بھیڑ سب کے نر و مادہ پر) اللہ کا نام لیں جو اُس نے ان کو عطا فرمائے تھے۔

ف ۱ ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قربانی بڑی مہتم بالشان عبادت ہے، جو کہ سب اُمتوں کے لئے مشروع رہی ہے۔

ف ۲ ۔ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ جو اس آیت میں آیا ہے اُردو میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس کا ترجمہ ہو سکے۔ اس لئے جن جن چوپایوں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اُن سب کا نام لکھ دیا۔ اور گائے کے حکم میں بھینس بھی ہے اور دُنبہ بھیڑ کی قسم ہے۔ بس قربانی بارہ چیزوں کی جائز ہے۔ گائے ۱، بیل ۲، بھینس ۳، بھینسا ۴، اونٹ ۵، اونٹنی ۶، بکرا ۷، بکری ۸، بھیڑ ۹، مینڈھا ۱۰، دُنبہ ۱۱، دُنبی ۱۲۔ ان کے سوا اور کسی کی قربانی جائز نہیں ہے۔

(۳) اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے (کہ ان کی قربانی سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور دین کی رفعت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس حکمت کے علاوہ ان جانوروں میں تمہارے اور بھی فائدے ہیں (مثلاً دنیوی فائدہ کھانا اور کھلانا اور اُخروی فائدہ ثواب۔

ف ۔ اگرچہ بکری، بھیڑ بھی قربانی کے جانور ہیں اور اس لئے وہ بھی دین کی یادگار ہیں۔ مگر آیت میں خاص اونٹ اور گائے کا ذکر فرمانا اس لئے ہے کہ ان کی قربانی بھیڑ بکری کی قربانی سے افضل ہے اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ سب سے عمدہ قربانی سینگ والا مینڈھا ہے۔ سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جنس میں مینڈھا سب سے افضل ہے یعنی بکری وغیرہ سے اور دُنبہ بھی مینڈھے کے حکم میں ہے اور اگر پوری گائے یا اونٹ نہ ہو بلکہ اس کا ساتواں حصہ قربانی میں لے لے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ساتواں حصہ اور پوری بکری یا

بھیڑ قیمت اور گوشت کی مقدار میں برابر ہوں تو جس کا گوشت عمدہ ہو وہی افضل ہے اور اگر قیمت اور گوشت میں برابر نہ ہوں تو جو زیادہ ہو وہ افضل ہے۔ (شامی از تاتارخانیہ)

ف ۲ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ گائے کی قربانی خاص درجہ رکھتی ہے اور بعض جاہل جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے سو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کا گوشت شرعاً ناپسند ہے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل عرب کو بوجہ خشک ملک ہونے کے موافق نہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ (اور اخلاص) پہنچتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ان چوپایوں کو تمہارے زیر حکم کر دیا تاکہ تم اس بات پر اللہ کی برتری بیان کرو کہ اس نے تم کو یہ توفیق دی اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) اخلاص والوں کو خوشخبری سُنا دیجئے۔ (سورۂ حج)

ف ۔ اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ خاص حق تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس سے ثواب حاصل کرنے کی نیت ہو کوئی دُنیا کی غرض شامل نہ ہو۔

احادیث ۔ (۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن میں آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالےٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں، اور قربانی کا جانور قیامت کے دن مع اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور کھُروں کے حاضر ہوگا (یعنی ان سب چیزوں کے بدلے ثواب ملے گا اور (قربانی کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ کے یہاں ایک خاص درجہ میں پہنچ جاتا ہے، سو تم لوگ جی خوش کر کے قربانی کیا کرو۔ (زیادہ داموں سے خرچ ہو جانے پر اپنا جی بُرا مت کیا کرو) ابن ماجہ و ترمذی و حاکم ۔

(۲) زید بنؓ ارقم سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے (نسبی[1] یا روحانی) باپ ابراہیمؑ کا طریقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو اس میں کیا ملتا ہے؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر اُون (والا جانور یعنی بھیڑ، دُنبہ) ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہر اُون کے بدلہ میں بھی ایک نیکی۔" (حاکم)[2]

ف - کتنی بڑی رحمت ہے کہ بکری وغیرہ کی قربانی کرنے سے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پیروکار شمار کئے گئے جنہوں نے اپنے اس پیارے پہلوٹے بچے کو قربان کیا تھا جو بڑھاپے میں بڑی تمناؤں کے بعد نصیب ہوا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔

(۳) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے فاطمہؓ! اٹھ اور (ذبح کے وقت) اپنی قربانی کے پاس موجود رہ کیونکہ پہلا قطرہ جو قربانی کا زمین پر گرتا ہے اس کے ساتھ ہی تیرے لئے تمام گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی (اور) یاد رکھ کہ (قیامت کے دن) اس (قربانی) کا خون اور گوشت لایا جائے گا اور تیرے میزان (عمل) میں ستّر حصّے بڑھا کر رکھ دیا جاوے گا (ان سب کے بدلے نیکیاں دی جائیں گی) ابوسعیدؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ (ثواب مذکور) کیا خاص آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کیونکہ وہ اس کے لائق بھی ہیں کہ کسی چیز کے ساتھ خاص کئے جائیں یا آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور سب مسلمانوں کے لئے عام طور پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (ایک طرح سے) خاص بھی ہے اور سب مسلمانوں کے لئے عام طور پر بھی ہے۔ (اصبہانی)

ف - ایک طرح سے خاص ہونے کا مطلب ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا

---

[1] یعنی بعض کے صرف روحانی باپ ہیں اور بعض کے نسبی بھی۔ ۱۲ منہ

[2] رواہ احمد و ابن ماجہ۔ ایضاً ۱۲ منہ

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لئے فرمایا ہے کہ نیک کام کا ثواب بھی اوروں سے دُونا ہے اور گناہ کا عذاب بھی دُونا ہے۔ سو قرآن مجید سے آپؐ کی بیبیوں کے لئے اور اس حدیث سے آپؐ کی اولاد کے لئے بھی یہ قانون ثابت ہوتا ہے اور اس کی بناء پر زیادہ بزرگی ہے۔

(۴) حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو (اور) اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو، وہ قربانی اس شخص کے لئے دوزخ سے آڑ ہو جائے گی۔ (طبرانی کبیر)

(۵) حنش سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ دو دنبے قربانی کے لئے لائے اور فرمایا ان میں ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے، میں نے اُن سے (اس کے متعلق) گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا ہے میں اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر بڑا حق ہے۔ اگر ہم ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ایک حصہ کر دیا کریں تو کوئی بڑی بات نہیں۔

(۶) ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دُنبہ کی اپنی طرف سے قربانی فرمائی اور) دوسرے دنبہ کے ذبح میں فرمایا کہ یہ (قربانی) اس کی طرف سے ہے جو میری امت میں سے مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی (موصلی و کبیر اوسط)۔ مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو ثواب میں شامل کرنا تھا، نہ یہ کہ قربانی سب کی طرف سے اس طرح ہو گئی کہ اب کسی کے ذمہ قربانی نہیں رہی۔

ف ۲:۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی میں امت کو یاد رکھا تو افسوس ہے کہ اُمتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہ رکھیں

اور ایک حصہ بھی آپؐ کی طرف سے نہ کر دیا کریں۔

(۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو (یعنی کھلا پلا کر) کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی (کنز العمال فر عن ابی ہریرۃؓ)۔

ف۔ علماء نے سواریاں ہونے کے دو مطلب بیان کئے ہیں، ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جاویں گی اور اگر کئی جانور قربانی کے کئے ہوں یا تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جاوے گی اور یا ایک ایک منزل میں ایک ایک قربانی پر سواری کریں گے [۱]

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا ایسا آسان ہو جائیگا جیسے گویا خود اُن پر سوار ہو کر پار ہو گئے اور کنز العمال میں ایک حدیث اس مضمون کی یہ ہے کہ :-

(۸) سب سے افضل قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو اور خوب موٹی ہو۔ (حم ک عن رجل) اور ایک حدیث یہ ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پیاری قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو اور خوب موٹی ہو (حق عن رجل، والضعف غیر مضر فی الفضائل لاسیما بعد انجبارہ بتعدد الطرق)۔

تاکید وفضیلت کے بعد مناسب ہوا کہ کچھ ضروری احکام بھی مختصر طور پر لکھ دیئے جاویں۔ لہٰذا اصلاح انقلاب سے مختصراً اور خطبات الاحکام سے کسی قدر اضافہ و تغیر کے ساتھ چند احکام لکھے جاتے ہیں۔

⁂

---

[۱] یعنی سب قربانیوں پر یکے بعد دیگرے سوار کیا جاوے گا اور ظاہر ہے کہ سواریاں بدلنے پر راستہ جلدی طے ہوتا ہے۔ پس جتنی زیادہ قربانی کی جاوے اتنی ہی جلدی پل صراط سے پار ہوگا۔ ۱۲ منہ

احکامِ عیدُ الاضحیٰ

قُربانی کے احکام

(۱) جتنے مال پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اتنے مال پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے (درمختار) اور اگر اتنا مال نہ ہو تو اس پر قربانی واجب تو نہیں ہے لیکن اگر پھر بھی کر دے تو بہت ثواب، ہے۔

ف :۔ قربانی کے دنوں میں جانور کے ذبح کرنے سے ہی قربانی ادا ہوتی ہے جانور کے زندہ صدقہ کرنے یا اس کی قیمت کو خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے اور صدقہ، خیرات علیٰحدہ ثواب کا کام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایک عبادت کے ادا کرنے سے دوسری مستقل عبادت ادا نہیں ہوا کرتی اس لئے صدقہ خیرات کرنے سے قربانی بھی ادا نہیں ہوتی۔ جیسے صدقہ یا زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ حج ادا ہوتا ہے نہ نماز ادا ہوتی ہے۔

(۲) مسافرِ شرعی جو اڑتالیس میل کی مسافت کے ارادہ سے سفر شروع کر چکا ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (درمختار)

(۳) اتنا مال جس پر قربانی واجب ہوتی ہے اگر کسی کی ملکیت میں بقر عید کی بارہ تاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی آیا ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ البتہ اگر اُس نے اتنے مال کے ملکیت میں آنے سے پہلے قربانی کر دی تھی اور پھر بارہ تاریخ کے غروب سے پہلے مالدار ہو گیا تو بھی پہلی قربانی ہی کافی ہے۔ (شامی) اسی طرح کوئی مسافر بارہ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے اپنے گھر آگیا ہو یا کسی جگہ اس نے پندرہ روز قیام کا ارادہ کر لیا ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہو جائے گی (شامی)۔

(۴) قربانی جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے۔ اگر کسی عورت کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو عورت پر بھی قربانی واجب ہے۔

(۵) جو مسلمان مرد یا عورت اتنے مال کا مالک ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے جب تک اتنا مال اس کی ملکیت میں رہے گا اس پر ہر سال قربانی واجب ہوگی۔ صرف ایک سال قربانی کر دینا کافی نہیں ہے۔

(۶) اگر کئی بھائی مشترک کاروبار کرتے ہوں اور ان کا کھانا پینا اور اخراجات بھی مشترک ہوں تو جو کچھ مال اس مشترک کاروبار سے حاصل ہو اس میں سے اگر ہر بھائی کے حصہ میں اتنا مال آتا ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو ہر بھائی کے ذمہ جدا جدا قربانی واجب ہوگی اور اگر اتنے مال سے کم حصے میں آتا ہو تو کسی کے ذمہ بھی واجب نہیں ہے (از فتاوی دار العلوم ص۲۳ ج ۲)۔

(۷) اگر والد کی موجودگی میں اس کے ساتھ شریک ہو کر کئی بیٹے کاروبار کرتے ہوں اور کھانا پینا سب کا ایک جگہ ہو تو یہ کل مال والد کا ہوگا اور اسی کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔ ہاں اگر کسی بیٹے کی ملکیت میں کسی اور ذریعہ سے بقدرِ نصاب مال ہو یا کسی بیٹے کی بیوی کی ملکیت میں بقدرِ نصاب ہو تو اس بیٹے یا اس بیٹے کی بیوی پر علیحدہ قربانی واجب ہوگی۔ (از فتاوی دار العلوم ص۲۳ ج ۲)

قربانی صرف اپنی طرف سے کرنی واجب ہے۔ اولاد یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنی واجب نہیں ہے۔ اگر ان کی ملکیت میں بقدرِ نصاب مال ہوگا تو ان پر بھی اُن کے مال میں سے قربانی واجب ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو جب تک ان کی اجازت نہ ہو ان کی طرف سے واجب قربانی ادا نہ ہوگی۔ ہاں اگر وہ ہمیشہ ان کی طرف سے قربانی کیا کرتا ہے تو عادتاً ان کی طرف سے اجازت سمجھی جائے گی۔

(شامی)

احکامِ قربانی

(۱) ہر عاقل بالغ مرد و عورت مسلمان مقیم جس کے پاس بقدرِ نصاب[1] چاندی یا روزمرہ کی حاجتِ ضروریہ سے زائد یا اتنی ہی مالیت کا اسباب ہو، اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے۔

(۲) اُونٹ، بکرا، دُنبہ، گائے، بھینس، نر ہو یا مادہ سب کی قربانی درست ہے۔ گائے بھینس دو برس سے کم، بکری ایک برس سے کم کی نہ ہو اور دنبہ چھ مہینے کا بھی درست ہے جبکہ خوب فربہ ہو اور سال بھر کا معلوم ہوتا ہو[2] اور اونٹ، گائے، بھینس میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں، مگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔

(۳) جانور قربانی کا بے عیب ہو، لنگڑا، اندھا، کانا اور بہت لاغر اور کوئی عضو تہائی سے زائد کٹا ہوا نہ ہو۔ خصی (یعنی بدھیا) کی اور جس کے سینگ نکلے ہی ہوں قربانی درست ہے اور پوپلی جس کے دانت نہ رہے ہوں اور بُوچی جس کے پیدائشی کان نہ ہوں جائز نہیں اور اگر بکری وغیرہ کا ایک تھن خشک ہو گیا یا بھینس وغیرہ کے دو تھن خشک ہو گئے ہیں اس کی قربانی بھی درست

---

[1] قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے غیر ضروری سامان کا تجارتی ہونا شرط نہیں و نیز نصاب پر سال گزرنا بھی شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر قربانی کے بالکل اخیر وقت میں کوئی نصاب کا مالک ہو جاوے تب بھی قربانی واجب ہو جاتی ہے اور اسی طرح کوئی شخص مسافر تھا یا نابالغ یا مجنون تھا یا کافر تھا اور اخیر وقت میں مسلمان، مقیم، عاقل، بالغ ہو گیا تھا تب بھی قربانی واجب ہو جاتی ہے بلکہ اگر کوئی ایسا شخص قربانی کر چکا ہو جس کے ذمہ واجب نہ تھی اور پھر وجوب کی شرطیں وقت قربانی کے اندر اندر پوری ہو گئیں تو اس کو دوبارہ قربانی کرنی پڑے گی۔ ۱۲ منہ

[2] اور بھیڑ میں اختلاف ہے کہ بکری کے حکم میں ہے یا دنبہ کے، احتیاطاً بھیڑ سال بھر سے کم کی نہ کرے۔ ۱۲ منہ

نہیں۔ دسویں تاریخ عید کی نماز کے بعد سے بارہویں کے غروب سے پہلے پہلے تین دن دو رات تک قربانی کا وقت رہتا ہے مگر دسویں افضل ہے۔ پھر گیارہویں کا درجہ ہے، پھر بارہویں کا اور رات کو ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دس تاریخ کو کسی وجہ سے نماز نہ ہوئی ہو مثلاً بارش تھی تو زوال کے وقت قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے اور اگر نمازِ عید چند جگہ ہوتی ہو تو ایک جگہ ہونے کے بعد قربانی جائز ہے اور دیہات کے باشندوں کو جائز ہے کہ نمازِ عید[1] سے پہلے ذبح کرلیں، بعد اس کے نماز کے لئے جائیں۔

(٦) اگر قربانی شرکت میں کریں تو محض اندازے سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں، تول کر پورا پورا بانٹیں کسی طرف ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔ ہاں جس حصہ میں کلے پائے بھی ہوں اس میں کمی چاہے جتنی ہو جائز ہے۔ البتہ اگر مشترک ہی خرچ کرنا یا کسی کو دینا چاہیں تو تقسیم کی حاجت نہیں۔

(۷) بہتر ہے کہ کم از کم ایک تہائی گوشت خیرات کر دے اور ایک تہائی اعزا و احباب کو دے دے۔

(۸) قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔

(۹) قربانی پر جھول ڈالنا مستحب ہے اور پھر اس کی رسّی جھول سب تصدق کر دینا افضل ہے۔

(۱۰) قربانی کی کھال تو اپنے کام میں لانا جائز ہے۔ مثلاً مصلّی وغیرہ بنوا لے۔ لیکن کھال کا بیچنا اپنے خرچ میں لانے کے لئے درست نہیں۔ ہاں اگر قیمت خیرات کرنے کے لئے بیچے تو خیر، مگر اولیٰ یہ ہے کہ کھال ہی کسی کو دے دی جاوے۔

---

[1] دیہات والوں کے واسطے دسویں تاریخ کی صبح صادق سے وقت شروع ہو جاتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ سورج نکلنے سے پیشتر نہ کریں۔ ۱۲ منہ

(۱۱) قربانی کے ذبح کے وقت دُعا پڑھنا ایسی ضروری نہیں کہ بدون اس کے قربانی ہی نہ ہو۔
بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے ذبح کرلے۔

(۱۲) اکثر لوگ قربانی کی کھال امام یا مؤذن وغیرہ کو دے دیتے ہیں یہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس کو ان کی خدمتِ مسجد کا صلہ سمجھا جاتا ہے اور کسی خدمت کے معاوضہ میں چرم قربانی وغیرہ دینا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی امام وغیرہ سے صاف کہہ دیا جاوے کہ قربانی کی کھال بالکل نہ ملے گی اور پھر کوئی شخص بطورِ ہدیہ یا صدقہ کھال بجنسہٖ دے دے تو کچھ حرج نہیں خواہ وہ امام مصرفِ زکوٰۃ ہو یا نہ ہو۔

کیونکہ بعینہٖ کھال دینے میں مصرف زکوٰۃ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ جس طرح گوشت خود کھاتے ہیں اور امیر غریب اور سید وغیرہ سب کو دیتے ہیں یہی کھال کا حکم ہے۔ گوشت اور کھال میں صرف یہی شرط ہے کسی کو بطور حق الخدمت نہ دیا جائے، اور کھال کے اگر دام دینا ہوں تو جس کو دے

لہ اور مستحب ہے کہ ذبح سے پہلے یہ آیتیں پڑھے :۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے۔ پھر بعد ذبح یہ کہے اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ۔ اور کئی شریک ہوں تو مِنِّیْ کہے اور جو کسی اور طرف سے ہو تو مِنْ کے بعد اس کا نام لے جس کی طرف سے قربانی کی جاوے۔ ۱۲ منہ

لہ بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ذبح کے وقت ضروری ہے چاہے قربانی ذبح کی جاوے یا ویسے ہی کھانے کے واسطے ذبح کیا جاوے۔ ۱۲ منہ

اس کا مصرف زکوٰۃ ہونا بھی شرط ہے۔ یعنی صاحبِ[1] نصاب اور بنی[2] ہاشم کو دینا جائز نہیں۔ خوب سمجھ لو۔

(۱۳) ایک عام رسم یہ ہو گئی ہے کہ قربانی کے بعض حصص کو بعض لوگوں کا حق سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً سری کو سقے کا۔ اور اگر وہ چیز ان کو نہ دی جاوے تو جھگڑا ہو جاتا ہے۔ یہ حق سمجھنا اور ایسے موقع پر دینا بالکل ناجائز ہے، جس کسی کو کچھ دیا جائے محض تبرعاً دیا جائے۔ جیسا کہ (۱۲) سے معلوم ہو چکا۔

(۱۴) بعض لوگ گابھن گائے، بکری وغیرہ کی قربانی کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ یہ تو غلط ہے قربانی میں کوئی فرق نہیں[3] آتا۔ لیکن اگر پہلے سے معلوم ہو جائے تو بہتر یہی ہے کہ اس کی قربانی نہ کرے، بلکہ اس کے بدلے میں دوسری کر دی جائے۔ لیکن اگر دوسری کم قیمت ہو تو جو دام باقی رہیں وہ خیرات کر دیئے جائیں۔

(۱۵) اگر کسی میت نے قربانی کی وصیت کی تھی تو اس قربانی کا گوشت خیرات کر دینا واجب ہے اور اگر بغیر وصیت کے کسی نے ایصالِ ثواب کے لئے میت کی طرف سے قربانی کی ہو تو اس میں اپنی قربانی کی طرح اختیار ہے۔

(۱۶) بعض جگہ قربانی کی یا ویسے ہی کسی جانور کی کھال ذبح سے پہلے ہی فروخت کر دیتے ہیں یہ بالکل حرام ہے۔

---

[1] جس قسم کا نصاب ہونے سے قربانی اور صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اس قسم کے نصاب کا جو مالک ہو وہ زکوٰۃ فطرہ قیمت چرم قربانی وغیرہ صدقات واجبہ کا مصرف نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

[2] بنی ہاشم سے مراد بنی فاطمہ اور علوی اور عباسی اور حضرت جعفر و عقیل کی اولاد اور حارث کی اولاد ہے ان میں سے کسی کو زکوٰۃ وغیرہ دینا درست نہیں۔ [3] اگر بچہ میں جان ہو تو اسکو بھی ذبح کر دیا جائے۔ ۱۲ منہ

(۱۷) اکثر جاہل یوں سمجھتے ہیں کہ اگر خاوند غریب یا قرض دار ہو تو بیوی کے ذمہ بھی قربانی نہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ جب بیوی صاحبِ نصاب ہو جیسا کہ اکثر مقدارِ نصاب زیوران کی مِلک ہوتا ہے، تو اس پر مستقل قربانی وغیرہ واجب ہو جاتی ہے۔

(۱۸) قربانی کرنے والے کے واسطے مستحب یہ ہے کہ ذی الحجہ کے عشرہ میں بال اور ناخن نہ بنوائے بلکہ قربانی کے بعد بنوائے۔

فقط والسلام

(باقی مسائل بہشتی زیور وغیرہ میں دیکھ لیں و نیز "اصلاح الرسوم" بھی قابلِ دید ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

احقر

عبدالکریم عفی عنہ

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

مورخہ ۳ شوال ۱۳۵۱ھ ہجری

قربانی کا وقت

(۸) بقرعید کی دسویں سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے ان دنوں میں جس وقت چاہے قربانی کرے۔ مگر رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں ہے اور سب سے افضل بقرعید کا دن ہے۔ پھر گیارہویں پھر بارہویں تاریخ ہے۔ لیکن شہروں میں بقرعید کی نماز سے پہلے قربانی کرنی درست نہیں ہے اور دیہات میں دسویں کی صبح صادق کے بعد بھی قربانی کر دینا درست ہے۔ (در مختار)

(۹) شہر میں اگر کسی نے بقرعید کی نماز سے پہلے قربانی کر دی تو اس کو دوبارہ قربانی کرنا ضروری ہے۔ (شامی)

(۱۰) جس شہر میں عید کی نماز کئی جگہ پڑھی جاتی ہو وہاں قربانی کے صحیح ہونے کے لئے صرف ایک جگہ نماز کا ادا ہو جانا کافی ہے۔ (شامی) شہر میں نماز عید کے بعد قربانی کی گئی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ عید کی نماز کسی وجہ سے نہیں ہوئی۔ مثلاً امام بغیر طہارت تھا تو قربانی ہو گئی۔ (در مختار) اگر گواہی کی بنا پر عید کی نماز پڑھی گئی اور قربانی کی گئی پھر ظاہر ہوا کہ گواہی غلط تھی اور وہ نویں کا دن تھا تو قربانی درست ہو گئی۔ (در مختار) اگر کسی عذر سے پہلے دن شہر میں بقرعید کی نماز نہیں پڑھی گئی تو نماز کا وقت گزرنے پر زوال کے بعد قربانی جائز ہے اور گیارہویں اور بارہویں کے دن زوال سے پہلے بھی قربانی کر سکتے ہیں (در مختار) قربانی کا جانور اگر شہر میں ہے تو پھر چاہے قربانی کرنے والا گاؤں میں ہو نماز عید سے پہلے ذبح کرنا درست نہیں ہے اور اگر قربانی گاؤں میں ہو تو اس کا نماز عید سے پہلے صبح صادق کے بعد ذبح کرنا جائز ہے۔ (شامی) اگر قربانی کی تاریخ میں شک واقع ہو جائے تو مستحب ہے کہ تیسرے دن سے پہلے قربانی کر لے اور اگر تیسرے دن ہی قربانی کی تو پھر مستحب یہ ہے کہ وہ قربانی ذبح کر کے مسکینوں کو تقسیم کر دی جائے اور اس میں سے خود نہ کھایا جائے۔ (عالمگیریہ)

قربانی کا جانور

(۱۱) بکری، بکرا، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹنی، اُونٹ، صرف ان جانوروں کی ہی قربانی جائز ہے۔ مرغی یا مرغا قربانی کی نیت سے ذبح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۲) **قُربانی کی عمر**:۔ بکری، بکرا سال بھر سے کم اور گائے، بیل، بھینس، بھینسا دو سال سے کم اور اونٹ، اونٹنی پانچ سال سے کم عمر کا جائز نہیں ہے اور بھیڑ، دُنبہ چکتی دار ہو یا بے چکتی ہو۔ اگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو چھ مہینے کا بھی جائز ہے (درمختار) اور اگر ایسا فربہ نہ ہو تو پھر سال بھر سے کم کا جائز نہیں۔ (شامی)

(۱۳) بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ کو صرف ایک شخص کی طرف سے قربانی کیا جا سکتا ہے اور گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹنی، اونٹ میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے اور سات سے کم دو، چار، چھ، جتنے بھی ہوں کچھ حرج نہیں۔ بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت یا تو قربانی کرنے کی ہو پھر چاہے سب حصہ داروں کی نیت واجب قربانی کی ہو یا بعض کی نفلی اور بعض کی واجب کی نیت ہو یا بعض کی قربانی کی نیت ہو اور بعض کی عقیقہ یا ولیمۂ نکاح کی نیت ہو (درمختار و شامی) واجب قربانی کی ادائیگی کے لئے تو ہر شخص کا پورا بکرا وغیرہ یا گائے وغیرہ کا ساتواں حصہ ہونا ضروری ہے، لیکن ایصالِ ثواب کے لئے ایک قربانی کر کے اس کا ثواب کئی شخصوں کا پہنچایا جا سکتا ہے۔

(۱۴) بہتر یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو تمام حصہ دار مل کر خریدیں یا پھر ایک حصہ دار دوسرے حصہ داروں کی اجازت حاصل کر کے خریدے (شامی) اگر کسی شخص کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر مقرر کر لیا گیا ہو تو اگر ذبح کرنے سے پہلے اس کی اجازت حاصل کر لی گئی تب تو قربانی درست ہو جائے گی ورنہ دوسرے حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہو گی ہاں

اگر کسی کی طرف سے قربانی کرکے اُس کو ثواب پہنچانا چاہے تو اس کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ دوسرے کی طرف سے واجب قربانی ادا ہونے کے لئے اس کی اجازت شرط ہے۔ (شامی)

(۱۵) جو جانور کسی کو حصہ پر پرورش کے لئے دیا گیا ہو تو یہ جانور اس پرورش کرنے والے کی مِلک نہیں ہے اس لئے اس کو پرورش کرنے والے سے نہ خریدا جائے بلکہ اصل مالک سے خریدا جائے۔ (شامی)

(۱۶) قربانی کا جانور خریدتے وقت اگر اوروں کو بھی شریک کرنے کا ارادہ ہو تو دوسروں کو شریک کر سکتا ہے اور اس میں کراہت بھی نہیں ہے۔ اور اگر خریدتے وقت صرف اپنی طرف سے ہی ذبح کرنے کا ارادہ تھا تو اب امیر کے لئے جس پر قربانی واجب ہے دوسرے کو شریک کرنا مکروہ ہے اور غریب کے لئے جس پر قربانی واجب نہیں تھی دوسرے کو شریک کرنا درست نہیں۔ لیکن اگر وہ دوسرے کو شریک کرے گا تو شرکت کرنے والے کی قربانی درست ہو جائے گی۔ مگر اس غریب پر واجب ہے کہ جتنے حصّے دوسروں کو دیئے ہیں اتنے حصّے کسی دوسرے جانور میں سے قربانی کرے، اگر قربانی کے دن باقی ہوں۔ ورنہ اتنے حصّوں کی قیمت مسکینوں کو خیرات کر دے۔ (شامی)

(۱۷) اگر کوئی شخص اپنے مملوکہ جانور میں اپنے لئے ساتواں حصہ رکھ کر دوسرے حصّوں کو فروخت کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے یہ بھی جائز ہے۔

(۱۸) اگر قربانی کے تین دنوں میں خرید کر جانور کو قربانی کے لئے متعین کر دیا گیا ہو اب اس کے بدلہ میں دوسرا جانور اتنے ہی قیمت سے خرید کر قربانی کرنا بھی مکروہ ہے۔ اور اگر اس سے کم قیمت پر خریدا ہو تو باقی رقم صدقہ کرے۔ (شامی)

(۱۹) قربانی کی نیت سے خریدا ہوا جانور اگر مر گیا تو غریب پر جس پر قربانی واجب نہیں تھی دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں اور امیر جس کے ذمہ قربانی واجب ہے اس پر کہ دوسرا جانور خرید کر قربانی دینا واجب ہے۔ (در مختار)

(۲۰) یہی حکم ہے ایسے جانور کے گم ہو جانے یا چوری ہو جانے کی صورت میں، یعنی غریب پر دوسرے جانور کی قربانی نہیں اور امیر پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے۔ لیکن اگر غریب نے دوسرا جانور خرید لیا تو اس پر خریدنے کی وجہ سے دوسرے جانور کی قربانی ضروری ہو جائے گی۔ غریب کو اگر پہلا گم شدہ جانور بھی مل جائے تو وہ دونوں کی قربانی کرے گا۔ بخلاف امیر کے کہ پہلے جانور کے مل جانے کی صورت میں بھی اس پر صرف ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے۔ پھر اگر دونوں کی قیمت برابر ہے تو جس ایک کو چاہے ذبح کر دے اور اگر دونوں کی قیمتوں میں کمی بیشی ہے تو اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو چاہے اس کی قیمت دوسرے سے کم ہو، اس صورت میں صدقہ لازم نہیں ہے اور اگر دوسرے جانور کو ذبح کیا اور اس کی قیمت پہلے جانور سے کم تھی تو جتنی قیمت کم تھی اتنی قیمت کا صدقہ دے۔ یہ صدقہ کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ گم شدہ جانور دوسرے جانور کے ذبح کرنے سے پہلے مل گیا ہو۔ اور اگر دوسرا جانور پہلے ذبح کر دیا گیا ہو، بعد میں گم شدہ ملا ہو تو یہ صدقہ کا حکم نہیں ہے۔ اگرچہ دوسرے جانور کی قیمت پہلے سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ (درمختار و شامی)۔

اگر فقیر نے بکری قربانی کی نیت سے نہیں خریدی بلکہ اس کی گھر کی تھی یا کسی اور طریقہ سے اس کو حاصل ہوئی تھی، پھر اس نے قربانی کی نیت کر لی تو اس نیت سے قربانی واجب نہیں ہوتی۔ خریدتے وقت اگر قربانی کی نیت ہو تو واجب ہوتی ہے۔

(۲۱) جو شخص قربانی کے لئے جانور متعین کر کے یا کسی جانور میں حصہ خرید کر فوت ہو گیا ہو۔ اب اگر اس کے سب وارث بالغ ہوں تو سب کی اجازت سے قربانی جائز ہے۔ اگر ایک وارث بھی اجازت نہ دے گا تو قربانی نہ ہوگی۔ کیونکہ اب وہ جانور یا حصہ متوفی کے سب وارثوں کے ملکیت میں آگیا ہے اور اگر اس کے وارثوں میں کوئی فرد نابالغ بھی ہے تو اب اس جانور کی قربانی نہ کی جائے۔ کیونکہ نابالغ کی اجازت معتبر نہیں ہے۔ (درمختار و شامی)

(۲۲) جانور کے خریدتے وقت قربانی کی نیت تھی مگر ذبح بغیر نیت کے کر دیا

توقربانی ہوجائے گی۔خریدتے وقت جونیت تھی وہی کافی ہے۔(عالمگیریہ)
اگر جانور کا فروخت کرنے والا اس کی عمر پوری بتلاتا ہے اور ظاہری حالات اس کے بیان کو جھٹلاتے نہیں تو اس کا اعتبار کرلینا جائز ہے۔

(۲۳) قربانی کے جانور پر بوجھ نہ لادے، سواری نہ کرے اور اس کو کرائے پر نہ دے، اس کا دودھ استعمال نہ کرے بلکہ اس کو صدقہ کر دے۔ اسی طرح اس کے بال اور اُون کا کترنا مکروہ ہے۔ اگر قربانی کرنے سے پہلے کتر لئے تو صدقہ کر دے۔(درمختار) ہاں اگر دودھ اور اُون بیچ کر اسی جانور کے لئے چارہ اور گھاس وغیرہ خرید لیا تو جائز ہے۔ (عالمگیریہ)

قربانی کے عیب

(۲۴) جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا بعد میں ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو جائز نہیں (درمختار)

(۲۵) جس جانور کے چھوٹے چھوٹے کان ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر ایک یا دونوں کان پیدائشی نہ ہوں یا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو تو جائز نہیں ہے۔ (درمختار و شامی)

(۲۶) جس جانور کے دونوں کان تھوڑے تھوڑے کٹے ہوئے ہوں یا کان میں کئی سوراخ ہوں جو جمع کرنے سے تہائی سے زیادہ ہو جاتے ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ اس جانور کی قربانی نہ کرے۔ اسی طرح کان یا دُم تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی ناجائز ہے۔ (شامی)

(۲۷) جو جانور اندھا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی بینائی تہائی سے زیادہ جاتی رہے تو اس کی قربانی جائز نہیں (فتاوی قاضی خان) اور اگر آنکھ کی نگاہ ترچھی ہو تو قربانی جائز ہے۔ (عالمگیریہ)

(۲۸) جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (عالمگیریہ)۔

(۲۹) جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے اور اگر اس قدر باقی ہیں کہ گھاس وغیرہ چر سکتا ہے تو جائز ہے۔(درمختار و شامی)

(۳۰) جس جانور کی زبان تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔(شامی)

(۳۱) مخنث جانور کی قربانی جائز نہیں۔ (درمختار)

(۳۲) جس جانور کا آلۂ تناسل کٹا ہُوا ہو اور جماع کرنے سے عاجز ہو اس کی قربانی جائز ہے۔(شامی)

(۳۳) خصی جانور کی قربانی درست بلکہ افضل ہے۔(شامی)

(۳۴) جس جانور کے تھن بالکل کٹے ہوئے ہوں یا ایک تھن تہائی سے زیادہ کٹا ہُوا ہو اُس کی قربانی جائز نہیں اور اگر بیماری کی وجہ سے بھیڑ، بکری کا ایک تھن یا گائے اور بھینس اور اُونٹنی کے دو تھن سُوکھ گئے ہوں تو قربانی جائز نہیں۔ یہی حکم ہے اگر تھن کا سر کٹ گیا ہو اور اگر بیماری کے بغیر دودھ سُوکھ گیا ہو تو جائز ہے۔(شامی)

(۳۵) جس جانور کا پاؤں کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔(شامی)

(۳۶) جو جانور ایسا لنگڑا ہو کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہو، چوتھا پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتا یا رکھ سکتا ہے مگر اس کے بل چل نہیں سکتا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور اگر چوتھا پاؤں ٹیک کر چل سکتا ہے تو جائز ہے۔(شامی)

(۳۷) ایسے دُبلے کمزور جانور کی قربانی ناجائز ہے جس کی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو اگر اتنا کمزور نہ ہو تو جائز ہے۔(درمختار)

(۳۸) مجنون جانور اگر چل پھر کر چر سکے اور جس جانور کو خارش (کھجلی) ہو اور موٹا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔(درمختار) اور اگر دونوں اتنے کمزور ہو گئے ہوں کہ ان کی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو تو پھر قربانی جائز نہیں ہے۔(شامی)

(۳۹) جو جانور زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے بچہ دینے کے قابل نہیں ہے اور جس کو کھانسی ہو اور جس کے بدن پر گرم لوہے سے داغ دیا گیا ہو اور جس کا کان

چرا ہوا ہو یا اس میں سوراخ ہو۔ بشرطیکہ سوراخ کان کی تہائی سے کم ہو، ان کی قربانی جائز ہے۔ (شامی)

(۴۰) مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور میں جائز عیبوں میں سے بھی کوئی عیب نہ ہو۔ (شامی)

(۴۱) اگر قربانی کے جانور کو خریدنے کے بعد کوئی ایسا عیب لگ گیا کہ جس سے قربانی نہیں ہو سکتی تو قربانی کرنے والا اگر غنی ہے جس پر قربانی واجب ہے تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر غریب ہے تو اسی کو ذبح کر دے۔ (درمختار)

(۴۲) اگر خریدتے وقت وہ جانور عیب دار تھا تو غریب کے لئے اسی حالت میں اس کی قربانی جائز ہے اور امیر کے لئے اس وقت جائز ہے جب کہ اس کا عیب جاتا رہا ہو۔ مثلاً پہلے بہت کمزور اور لاغر تھا بعد میں موٹا ہو گیا ہو۔ (شامی)

مسائل ذبح

(۴۳) اگر جانور کو ذبح کرتے وقت گرنے یا تڑپنے سے کوئی ایسا عیب لگ گیا جو قربانی کو مانع ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (درمختار)

(۴۴) حاملہ جانور کی قربانی درست ہے۔ البتہ جو جانور بچہ دینے کے قریب ہو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (شامی)

اگر قربانی کے جانور کے بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچہ کو زندہ ہی صدقہ کر دینا مستحب ہے اور اگر ذبح کر دیا تو اس کا گوشت نہ کھائے بلکہ صدقہ کر دے اور ذبح کرنے سے اس کی اس قیمت میں جو زندہ ہونے کی صورت میں تھی، جو کمی واقع ہوئی اتنی رقم بھی صدقہ کر دے۔ اور اگر گوشت کھا لیا تو اس کی قیمت بھی صدقہ کرے۔ اور اگر اس بچہ کو اس خیال پر رکھ لیا کہ آئندہ سال قربانی کر دوں گا تو یہ ناجائز ہے۔ (شامی)۔

(۴۵) مستحب ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر خود ذبح

نہ کرسکے تو دوسرے کو حکم کرے اور خود ذبح کے وقت حاضر رہے۔ (درمختار)

ف :۔ اگر وہاں کوئی غیر محرم نہ ہو تو عورت کو بھی اپنی قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے ورنہ پردہ ضروری ہے۔ (افادۃ العوام مؤلفہ حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ)۔

(۴۶) قربانی کی کھال اور گوشت وغیرہ سے قصاب کو اُجرت دینا منع ہے۔ (درمختار)

(۴۷) قربانی کرنے والے نے ذبح کرنے والے کے ساتھ ذبح کے لئے چھری ہاتھ میں پکڑی۔ اب ذبح کے وقت ان دونوں میں سے اگر ایک نے بھی دانستہ بسم اللہ چھوڑ دی تو جانور حرام ہو جائے گا۔ (درمختار)

(۴۸) مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو پہلے چند روز گھر باندھ رکھے اور اس کو جھول پہنائے اور اس کے گلے میں قلادہ یعنی چمڑے وغیرہ کا کوئی ٹکڑا لٹکائے اور ذبح کرتے وقت اُسے آرام اور نرمی کے ساتھ لٹائے۔ چھری کو پہلے اچھی طرح تیز کرے اور ذبح کے بعد جب جانور ٹھنڈا ہو تب اس کی کھال اُتارے۔ اس سے پہلے کھال اتارنا مکروہ ہے۔ اسی طرح جانور کو لٹا کر اس کے سامنے چھری تیز کرنا یا اور کوئی بے ضرورت تکلیف دینا مکروہ ہے اور روح نکلنے سے پہلے حرام مغز تک چھری پہنچا کر سر الگ کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیریہ)

(۴۹) ذبح کرنے والے کو ذبح کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا سنتِ موکدہ ہے۔ اس کا ترک بغیر عذر مکروہ ہے۔ (درمختار)

تنبیہ :۔ مرتد، زندیق، قادیانی کا ذبیحہ حرام ہے۔ ان سے ذبیحہ نہ کرائیں نہ قربانی کے موقع پر نہ اور کسی وقت۔

ذبح کرنے کا طریقہ:

یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لے کر نیت کر کے بسم اللہ اللہ اکبر کہ کر اسکے گلے کو کاٹے یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جائیں۔ ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے دوسری وہ رگ جس سے دانا پانی جاتا ہے، اور دو رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں اگر ان چار میں سے تین ہی کٹی تب بھی ذبح درست ہے اُسکا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی کٹی تو وہ جانور مرُدہ ہو گیا، اس کا کھانا درست نہیں۔ (بہشتی زیور صفحہ ۲۳۴، ہدایہ صفحہ ۴۳۵ جلد ۴)

سات چیزیں کھانا منع ہیں:

(۱) بہتا ہوا خون (۲) مثانہ (۳) پتہ (۴) غدود (۵) خصیہ (۶) نر کی اگلی شرمگاہ (۷) مادہ کی اگلی شرم گاہ

اوجھڑی صاف کر کے کھائی جا سکتی ہے گُردہ کھانے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے منع نہیں فرمایا حرام مغز حرام ہے، لیکن عوام میں مشہور ہے، مگر چونکہ بعض علماء نے اس کو بھی منع لکھا ہے، اس لئے بڑے جانوروں سے آسانی سے نکل جانے والا حرام مغز نکال دیا جائے، چھوٹے جانوروں کا آسانی سے نہ نکلے تو نہ نکالا جائے، (بدائع الصنائع جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

قربانی کا گوشت اور کھال:

(۵۰) قربانی کے گوشت کا خود کھانا اور رشتہ داروں میں تقسیم کرنا۔

اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کرنا سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تہائی گوشت سے کم خیرات نہ کرے۔ لیکن اگر کسی نے تہائی سے کم خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ (در مختار) البتہ منت (نذر) کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کرنا ضروری ہے اس میں سے نہ خود کھا سکتا ہے نہ امیروں کو دے سکتا ہے۔ (در مختار)

(۵۱) کسی نے میت کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنے مال کی قربانی کی تو اس گوشت میں سے کھانا کھلانا تقسیم کرنا سب درست ہے اور اگر میت کی وصیت پر اس کے ترکہ میں سے قربانی کی گئی ہو تو اس قربانی کے تمام گوشت وغیرہ کا خیرات کر دینا واجب ہے۔ (در مختار)

(۵۲) اگر کسی شخص نے پچھلے سال کی فوت شدہ قربانی کی نیت سے کسی جانور میں شرکت کی تو اس قربانی کا سارا گوشت خیرات کرنا واجب ہے کہ نہ اس شخص کو اس کا استعمال کرنا جائز ہے نہ اس کے دوسرے حصہ داروں کو جائز ہے۔

(۵۳) قربانی کا گوشت بیچنا مکروہ ہے۔ (در مختار) اسی طرح قربانی کے سری، پائے اور اس کی چربی کا بیچنا حلال نہیں۔ اگر کسی نے ان چیزوں کو بیچ دیا ہو تو ان کی قیمت کو صدقہ کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم بحوالہ عالمگیری)

(۵۴) قربانی کے ذبح ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اپنے حصہ کے دام کسی سے لے کر اپنا حصہ اس کو دیدے تو یہ جائز نہیں۔

(۵۵) قربانی کی کھال کا بعینہٖ ڈول، مصلیٰ وغیرہ بنا کر خود استعمال کرنا بھی جائز ہے اور کسی امیر کو دیدینا بھی جائز ہے اور اگر اس کھال کو ایسی چیز سے تبدیل کر دیا کہ بعینہٖ اس چیز کے وجود سے کچھ مدت تک نفع حاصل ہو سکتا ہو جیسے مشک، چھلنی جائے نماز، کپڑا وغیرہ تو یہ بھی جائز ہے (در مختار) لیکن اگر کسی ایسی چیز سے تبدیل کیا ہے جس کے وجود سے بعینہٖ نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا یا اس کو روپیہ پیسے کے ساتھ فروخت کر دیا گیا تو اب اس کی قیمت کو خود استعمال نہیں کر سکتا نہ کسی امیر کو دے سکتا ہے، بلکہ اس کو صدقہ کر دیا جائے۔ (در مختار)

(۵۶) اس صدقہ کے مستحق وہی لوگ ہیں جن کا ذکر صدقہ فطر کے بیان میں ہو چکا ہے وہاں دیکھا جائے۔

جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو اگر تقسیم کرنا چاہیں گوشت کو وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ کیا جائے۔ اور اگر تقسیم نہ کرنا چاہیں کہ ایک جگہ ہی فقراء کو تقسیم کرنا اور پکا کر کے کھانا کھلانا چاہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ (شامی)

ف :۔ مدارس اسلامیہ کے طلباء اس صدقہ کے بہترین مصرف ہیں اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور علم دین کا احیاء بھی۔ مگر کسی خدمت اور معاوضہ میں اس کا دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور کی رسی وغیرہ سب کو صدقہ کر دے۔ (شامی)

تنبیہ :۔ بعض لوگ چرم قربانی کی قیمت بیوہ عورتوں کو دے دیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے پاس سونا، چاندی کا زیور یا نقدی تو بقدر نصاب نہیں ہے۔ اسی طرح یہ دستور ہے کہ اس کی قیمت کو بہنوں وغیرہ کا حق سمجھا جاتا ہے اور مالدار بہنوں بیٹیوں کو بھی دے دیتے ہیں۔ یہ درست نہیں البتہ بیوہ عورت یا بہن، اگر غریب ہو تو اس کو دے سکتے ہیں۔

قربانی کی قضاء

(۵۷) اگر کسی شخص نے پچھلے سالوں کی واجب قربانی ادا نہ کی ہو تو اس کو ہر سال کی قربانی کے عوض قربانی کی قیمت کا صدقہ میں دینا واجب ہے۔ قربانی کے ایام گزرنے کے بعد قربانی نہیں کر سکتا۔

(۵۸) اگر کوئی شخص قربانی کے دنوں میں مالدار تھا لیکن اس نے قربانی نہیں کی پھر ان دنوں کے گزرنے کے بعد وہ شخص غریب ہو گیا۔ اب اگر اس نے قربانی کا جانور خریدا تھا تو اس کو صدقہ کر دے ورنہ اتنی رقم خیرات کرے جس سے قربانی ہو سکتی ہے۔ (قاضی خان)

(۵۹) اگر کوئی شخص مالدار ہو اور اس نے قربانی نہ کی ہو اور نہ ہی قربانی کے دنوں کے گزرنے کے بعد اتنی رقم قربانی کے عوض خیرات کی ہو جس سے قربانی ہو سکتی ہو۔ تو اس پر واجب ہے کہ وہ وصیت کرے کہ اس کی طرف سے اس کے وارث قربانی کی قیمت صدقہ کریں۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

اگر قربانی کے لئے جانور خریدا اور قربانی کے دنوں میں ذبح نہ کیا ہو تو اب اس قربانی کی قضاء کے ارادے سے اس کو آئندہ سال ذبح کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اس جانور کو زندہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ اگر ذبح کر لیا تو اس کا گوشت کھانا اسے جائز نہیں۔ بلکہ ذبح کرنے سے جانور کی قیمت میں جو نقصان ہوا وہ رقم اور اس کا تمام گوشت پوست خیرات کر دے۔ (شامی)

عیدین کے احکام

(۱) دونوں عیدوں کی شب میں زیادہ عبادت کرنا مستحب ہے اور دونوں عیدوں کے دن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

(۲) دونوں عیدوں کے دن نماز کی دو رکعتوں کا بطور شکریہ کے ادا کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر عید جمعہ کے دن ہو تو جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں پڑھی جائیں گی۔

(۴) جمعہ کی نماز کے صحیح اور واجب ہونے کے لئے جو جو شرطیں فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھی ہیں وہی سب شرطیں دونوں عیدوں کی نماز کے لئے بھی ضروری ہیں۔ البتہ نمازِ جمعہ سے پہلے تو خطبہ کا پڑھنا فرض اور شرط ہے اور عید کے نماز کے بعد خطبہ سنت ہے لیکن سُننا اس خطبہ کا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح ہی واجب ہے۔ خطبہ کے وقت کلام وغیرہ سب حرام ہے۔ (درمختار)

ف ۔ خطبہ میں خاموش بیٹھے رہنا واجب ہے جو لوگ شور و غل مچاتے ہیں وہ گناہگار ہوتے ہیں ۔ اسی طرح جو لوگ خطبہ چھوڑ کر چل دیتے ہیں وہ بھی برا کرتے ہیں اور بعض بیٹھنے والے بھی صف کا خیال نہیں رکھتے ۔ حالانکہ صف باندھے رہنا چاہیئے ۔ (افادۃ العوام) ترجمہ خطبات الاحکام ۔

(۵) جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے بھی شہر و قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں کا ہونا شرط ہے جس میں کثرت سے دکانیں ہوں اور اس کی آبادی قصبہ کے برابر ہو ۔ (درمختار شامی) مثلاً اس کی آبادی چھوٹے بڑے مرد و عورت سب کا شمار تین ہزار نفوس تک پہنچ جاتا ہو ۔ (بہشتی گوہر) ۔

ف ۔ جو گاؤں اتنا بڑا نہ ہو کہ اس میں جمعہ یا عید کی نماز درست نہیں، تو اس لئے اس میں نماز ظہر ادا کرنا لازم ہے اور چونکہ ایسے گاؤں میں یہ نفلی نماز ہوگی اور نفلی نماز کا اہتمام کے ساتھ باجماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور دن کی نماز میں بلند آواز سے قرات کا کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے ۔ اس وجہ سے ایسے گاؤں میں جمعہ یا عید کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ۔ (درمختار)

نماز عید سے پہلے غسل

فقہاء نے لکھا کہ عیدین میں نماز سے پہلے غسل کرنا سنت ہے ۔ اور اجتماع عامہ کے مدنظر عیدین کے غسل کو جمعہ کے غسل پر قیاس کیا ہے ۔

فاکہ بن سعد صحابیؓ کا بیان ہے کہ عید الفطر، عید الضحیٰ اور عرفہ کے دن رسول اکرم ﷺ غسل فرماتے تھے ۔ (سنن ابن ماجہ، طبرانی کی معجم، بزار کی مسند میں یہ حدیث مرقوم ہے اور شمنی کا بھی یہی قول ہے) ۔

بعض محدثین نے اس حدیث کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز صحاح ستہ میں مذکورہ بالا حدیث مرقوم نہیں۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ کی یہ کیفیت درج ہے کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے غسل کرتے تھے۔ اور چونکہ حضرت ابن عمرؓ نہایت سختی سے سنت نبویؐ کی پیروی کرتے تھے اس لئے حدیث غسل صحیح ہے۔

راستہ میں تکبیرات پڑھنا

امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک عید گاہ چلتے ہوئے تکبیرات پڑھنا سنت ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ بقر عید کے دن باآواز تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور عید الفطر کے دن بپست آواز سے تکبیرات پڑھنا سنت ہے۔ اور آہستہ تکبیر کہنا بہر حال ایک امر مستحسن ہے۔ نیز ذکر الٰہی ہر وقت مستحب ہے۔

"خلاصہ" میں اصل تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ط میں کمی بیشی الفاظ کی بابت لوگوں کی باہمی اختلاف رائے لکھی گئی ہے۔

امام اعظمؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عید الفطر میں بھی عید گاہ جاتے وقت باآواز تکبیرات پڑھی جائیں۔ اور یہی ابن ہمام کی شرح میں لکھا ہے۔

دیگر ائمہ اس روایت ابن عمرؓ سے استدلال لاتے ہیں جو دارقطنی نے لکھی ہے کہ رسول اکرمؐ عید الفطر کے دن عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھا کرتے تھے۔

شمنیؒ نے بیان ہے کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کلام ہے۔ البتہ ابن عمرؓ کے حوالہ سے حدیث موقوف ہے۔ شیخ ابن ہمام نے اس حدیث کو اس لئے ضعیف لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی موسیٰ بن محمد بن عطار بھی ہے جو خود ضعیف ہے اور ابن عمرؓ کی زبانی دارقطنی نے جو حدیث لکھی ہے اس سے تکبیرات کا باآواز بلند۔۔۔ کہنا ثابت ہی نہیں ہوتا۔ نیز کسی صحابی کا قول قرآن کریم کی آیۃ "دون الجہر من القول" (زور سے نہ پڑھو) کے مغائر کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے "لوگو تکبیر سنکر میں تے اپنے شنز بان سے

کہا کیا امام نے تکبیر کہی ؟ اس نے جواباً کہا جی نہیں“ اس کے بعد فرمایا ہم نے عرصہ تک رسول اکرمؐ کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے لیکن ہم میں سے کسی صحابی نے بھی امام کی تکبیر کہنے سے پہلے تکبیر نہیں کہی ۔

ابو جعفر کا بیان ہے کہ لوگوں کو عیدگاہ کے راستہ میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی سے نیک کاموں کی انجام دہی میں ان میں ذوق و شوق کم ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ چونکہ تکبیرات پڑھنا مستحسن ہیں اس لئے لازمی طور پر مستعدی سے پڑھی جائیں ۔

عیدگاہ آنے جانے کا راستہ

عید کے دن عیدگاہ آمد و رفت کے دو راستہ اختیار کرنا سنت ہے بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نبی خاتم عید کے دن عیدگاہ ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپسی فرماتے ۔

ترمذی دارمی نے ابو ہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ سرور عالمؐ عید کے دن ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے مراجعت فرما ہوتے ۔

رسول اکرمؐ کی روانگی و مراجعت کے دو مختلف راستوں کی آمد و شد میں جو اسرار و رموز اور نکات ہیں اسے ہم (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نے اپنی کتاب شرح سفر السعادت میں تفصیل سے لکھا ہے ۔

علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے کہ راستہ کی تبدیلی صرف امام کے لئے ہے یا تمام نمازیوں کے لئے اس پر مفتی بہ قول یہی ہے کہ امام اور دیگر نمازی سب کا فرداً فرداً ایک راستہ سے آنا اور دوسرے سے جانا رسول اکرمؐ کی متابعت کی دلیل ہے ۔

نوافل قبل و بعد نماز عید

نماز عید سے پہلے اور بعد کے نوافل پڑھنے کے بارے میں معلومات کرا دینا ضروری ہے تاکہ لوگوں کا خلجان رفع ہو جائے ۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے عید کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان سے پہلے یا بعد کو کوئی

نماز نہیں پڑھی (تا ختم حدیث)

ترمذی نے عبداللہ ابن عمرؓ اور ابو سعیدؓ سے روایت لکھی ہے کہ سرورِ عالمؐ کے اہل علم صحابہؓ کا یہی معمول رہا اور اکثر اہل علم تابعینؒ کا بھی یہی عمل رہا کہ نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ حال کے چند لوگوں نے قبل و بعد نماز عید، بگر نفل پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور صحیح وہی ہے کہ رسول اکرمؐ، صحابہؓ و تابعینؒ کوئی بھی نماز عید کے سوائے کوئی دوسری مزید نماز نہیں پڑھتے تھے۔

شرح کتاب الخرقی میں مؤلف نے جو امام احمد بن حنبل کے مسلک کے پیرو ہیں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت علیؓ نے عبداللہ ابن مسعودؓ انصاری کو اپنا قائم مقام امام بنا کر عید گاہ روانہ کیا جہاں عبداللہ ابن مسعودؓ نے لوگوں سے کہا امام کے نماز پڑھانے سے پہلے کوئی نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (نسائی)۔

ابن سیرین کی روایت ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ نے عید گاہ میں عید کے دن امام کے نماز پڑھانے سے پہلے لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع کیا۔ (اسے سعید نے بھی بیان کیا ہے)

الزم نے زہری کا قول لکھا ہے کہ میں (زہری) نے اپنے علماء وقت کسی کی زبانی بھی یہ نہیں سنا کہ کسی شخص نے نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی اور نماز پڑھی ہو۔

دراصل اختلاف اس امر میں ہے کہ یہ ممانعت صرف عید گاہ کے ساتھ مخصوص ہے یا گھر میں بھی پڑھنا ممنوع ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عید گاہ کے سوائے دوسرے مقام پر یہ ممانعت عائد نہیں یعنی عید گاہ کے سوائے اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کچھ نفل پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نماز عید سے پہلے رسول اکرمؐ کوئی نفل نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ نماز عید سے واپسی پر در دولت میں دو رکعات

پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ و مسند امام احمد)

ہدایہ میں تحریر ہے کہ عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے جائیں۔ اور یہ کراہت صرف عیدگاہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ شرح ہدایہ میں ہے عیدگاہ جانے سے پہلے اگر نماز چاشت پڑھی جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

بعض علماء کا ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ وغیرہ کہیں بھی مکروہ نہیں ہے شرح ہدایہ میں مرقوم ہے کہ امام اور دوسرے نمازیوں سب کو عیدگاہ میں قبل نماز عید نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہیں۔

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ عیدگاہ میں قبل از نماز عید، صرف امام کو کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے دوسرے نمازیوں کو مکروہ نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ میں قبل از نماز عید کسی نفل نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز نفل غیر مسنون ہے۔ اور اسی لئے مکروہ قرار دی گئی ہے۔

مؤلف فتح الباری نے لکھا ہے کہ نماز عید سے پہلے یا بعد کو نفل پڑھنے میں ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد نفل یا سنت غیر مؤکدہ ہوں یا اس وقت میں پڑھنے کی ممانعت ہو۔ اور ان تمام صورتوں میں عیدگاہ یا عیدگاہ و مکان دونوں جگہ کے لئے ممانعت ہو سکتی ہے اور سلف ان تمام ممانعتی صورتوں میں باہم مختلف الرائے ہیں۔ علماء نے عید کی نماز کے بعد نفل وغیرہ پڑھنے کے قائل ہیں اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے کو ممنوع نہیں سمجھتے اور یہی مسلک امام اوزاعی امام ثوری اور حنفیوں کا ہے۔

علماء بصرہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو ممنوع سمجھتے ہیں اور بعد کو ممنوع نہیں کہتے۔ اور یہی مسلک حسن بصری اور ایک دوسری جماعت کا بھی ہے۔

اہل مدینہ کہتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نہ پڑھے جائیں۔ اور یہی مسلک امام زہری، ابن جریج اور امام احمد کا ہے۔

بعض مالکی علماء کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ عیدگاہ میں امام کوئی نفل نہ پڑھے۔

جو لوگ عیدگاہ میں نفل پڑھنے کو جائز کہتے ہیں وہ استدلال لاتے ہیں کہ یہ

وقت نماز ہے اور وقت میں کوئی کراہت نہیں ہے اس لئے عیدگاہ میں بھی نفل پڑھے جا سکتے ہیں۔ اور جو لوگ عیدگاہ میں نفل پڑھنے کی ممانعت کے قائل ہیں وہ یہ استدلال لاتے ہیں کہ رسول اکرم ؐ نے عیدگاہ میں نماز عید کے علاوہ کوئی نفل وغیرہ نہیں پڑھے۔ اور جس نے رسول اکرم کی پیروی کی وہی ہدایت یافتہ ہے۔

ماحصل اقوال و روایات اور حاصل کلام یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل پڑھنا رسول اللہ کے عمل و قول سے ثابت نہیں ہے۔

بعض لوگ عید کی نماز کو جمعہ کی نماز پر قیاس کرتے ہیں وہ مکرر سمجھ لیں کہ جمعہ الگ ہے اور عید الگ اور ان دونوں کے احکام بھی علیحدہ ہیں۔

البتہ صرف نفل پڑھنے کی ممانعت کسی دلیل سے ثابت نہیں نفل اوقات مکروہ میں پڑھنا مکروہ ہے عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نفل بہر حصول تقرب الٰہی پڑھے جانے کا ہمارے ملک میں بھی رواج ہے۔

نماز عید کی قضا

نماز عید فوت ہو جائے پر اس کی قضا پڑھنے میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز عید کی قضا نہ پڑھی جائے اس لئے کہ نماز عید اپنی خصوصیات کے ساتھ مخصوص ہے۔

ہدایہ کی بعض شروح میں مرقوم ہے کہ عید کی نماز فوت ہو جانے پر حسب منشاء دو یا چار رکعات مانند نماز چاشت پڑھی جا سکتی ہیں اور یہ صرف نماز عید کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دوسرے دنوں میں نماز چاشت کی مانند پڑھی جا سکتی ہے۔

محیط اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ عیدگاہ میں جسے امام کے ساتھ نماز عید نہ ملے اسے اختیار ہے کہ وہ عیدگاہ میں خود تنہا نماز پڑھ لے یا اپنے گھر جا کر پڑھے۔

اور افضل یہ ہے کہ عید کی نماز فوت ہو جانے پر نماز چاشت کی مانند چار رکعات پڑھ لی جائیں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بہ اسناد صحیح مروی ہے

کہ جس کو عید کی نماز نہ ملی ہو وہ چار رکعات پڑھ لے۔

فتح الباری میں اس روایت کے آخر میں تحریر ہے کہ چار رکعات پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" دوسری میں "والشمس وضحٰھا" تیسری میں "واللیل اذا یغشیٰ" اور چوتھی رکعت میں سورۃ "والضحیٰ" پڑھی جائے نیز اسی ضمن میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ان چار رکعات کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا ان رکعات کے پڑھنے والے کو بہت زیادہ عمدہ و بہتر اجر و صلہ دیا جائے گا۔

اسی طرح حنبلی مذہب کے علماء بھی یہی روایت بیان کر کے ان چار رکعات کے بے پایاں ثواب بیان کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی ان چار رکعات کے بے حد و بیشمار ثواب کی روایت کی توثیق حضرت علیؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے کمزوروں کو چار رکعات بغیر تکبیرات و خطبہ کے پڑھائے۔

بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت انسؓ نے اپنے اہل و عیال و اولاد کو بصرہ سے دو فرلانگ دور موضع زاویہ میں جمع کیا۔ اور اطراف و اکناف کے لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کی۔ ان سب لوگوں کا قاعدہ تھا کہ وہ نماز عید کی دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

کرمانی نے لکھا ہے کہ امام کے ساتھ نماز عید نہ ملنے کی صورت میں امام مالک اور امام شافعی کے قول کے موافق دو رکعتیں پڑھنا چاہیئے۔ اور امام احمد بن حنبل کے قول کے مطابق چار رکعات ادا کی جائیں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب و قول کے موافق نماز عید فوت ہو جانے والے کو اختیار ہے خواہ وہ تنہا پڑھے خواہ نہ پڑھے اور پڑھنے کی صورت میں بھی اختیار ہے کہ دو رکعات پڑھے چاہے چار رکعات۔ باقی اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

عید کی سُنتیں

عید کے دن تیرہ ۱۳ چیزیں سُنت ہیں :-

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا ۔

(۲) غسل کرنا ۔

(۳) مسواک کرنا ۔

(۴) حسب طاقت عمدہ کپڑے پہننا ۔

(۵) خوشبو لگانا ۔

(۶) صبح کو بہت جلد اُٹھنا ۔

(۷) عیدگاہ میں بہت جلد جانا ۔

(۸) عیدالفطر میں صبح صادق کے بعد عیدگاہ میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا اور عیدالاضحیٰ میں نماز عید کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کھانا مستحب ہے ۔

(۹) عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا ۔

(۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا بغیر عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا ۔

(۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ میں جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا ۔

(۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلَّا اللہ وَ اللہ اکبر اللہ اکبر وَ لِلّٰہِ الحمد ۔ عیدالفطر میں آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے کہنا ۔

(۱۳) سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ میں جانا ۔ (نورالایضاح)

ف ۱ ۔ مستحب یہ ہے کہ وہ میٹھی چیز چھوارے ہوں اور ان کا عدد طاق ہو ۔

ف ۲ ۔ عام طور پر عیدالفطر کی صبح کو بھی سحری کے وقت صبح صادق کے بعد کھائے ۔ (مراقی الفلاح) ۔

ف نمبر ۳ ۔ نماز عید الاضحیٰ سے پہلے نہ کھانا سب کے لئے مستحب ہے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے اور اگر نماز سے پہلے کھا لیا تو بھی کچھ گناہ نہیں ۔ (در مختار)

تنبیہ :۔ اس کو روزہ سمجھنا غلط ہے ۔ جیسا کہ اکثر عوام میں مشہور ہو گیا ہے ۔

عیدین کے نماز کے احکام

عیدین کی نماز کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد (جس کا اندازہ پندرہ بیس منٹ ہے) اشراق کے نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور زوال یعنی سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے ۔ (در مختار)

مگر عید الفطر کی نماز کو دیر کر کے پڑھنا تاکہ نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا جا سکے اور عید الاضحےٰ کو جلدی پڑھنا تاکہ نماز کے بعد قربانی جلدی ہو سکے مستحب ہے ۔ (شامی)

(۲) نمازِ عید سے پہلے اس روز کوئی نفلی نماز پڑھنا عید گاہ میں بھی اور دوسری جگہ بھی مکروہ ہے اور نماز عید کے بعد صرف عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے ۔ نمازِ عید کے بعد دوسری جگہ نفل پڑھی جا سکتی ہے ۔ یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھ سکیں ۔ (شامی)

(۳) شہر کی مسجد میں اگر گنجائش ہو تب بھی باہر عید گاہ میں نماز عید ادا کرنا افضل ہے اور ایک شہر کے کئی مقامات پر بھی نمازِ عید کا پڑھنا جائز ہے ۔ (در مختار)

(۴) نمازِ عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے نہ اقامت ۔ (تکبیر، در مختار)

(۵) نماز کا طریقہ ۔ پہلے اس طرح نیت کرے کہ میں دو رکعت واجب نماز عید چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھتا ہوں اور مقتدی امام کی اقتدا کی بھی نیت کرے ۔ نیت کے بعد تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لے اور سبحانک اللھم آخر تک پڑھ

کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دے اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کیا جائے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ ہاتھ باندھنے کے بعد امام اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور مقتدی خاموش رہے۔ پھر رکوع سجدہ کے بعد دوسری رکعت میں پہلے امام فاتحہ اور سورۃ پڑھے۔ اس کے بعد رکوع سے پہلے تین مرتبہ پہلی رکعت کی طرح تکبیریں کہی جائیں اور تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھے جائیں۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کیا جائے۔ مقتدی بھی امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا اٹھا کر تکبیر کہے اور باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح پوری کی جائے۔ (مراقی الفلاح)

(۶) عیدالاضحیٰ (بقر عید) کی نماز کے بعد بھی تکبیر تشریق کہنا بعض کے نزدیک واجب ہے، اس لئے عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہی جائے (درمختار)

(۷) چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دُعا مانگنا مسنون ہے اس لئے نماز عید کے بعد تو دعا مانگنا مسنون ہو گا، مگر خطبہ کے بعد مسنون نہ ہو گا (امداد الفتاویٰ)

(۸) امام نماز کے بعد دو خطبے پڑھے، خطبہ کو تکبیر سے شروع کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ تکبیر کہے اور دوسرے خطبہ میں سات مرتبہ اور دونوں خطبوں کے درمیان میں خطبہ جمعہ کی طرح اتنی دیر تک بیٹھے جس میں تین مرتبہ سُبحان اللہ کہا جا سکے۔ عیدالفطر کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام اور عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کئے جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھائے خطبہ بھی وہی پڑھے۔ (درمختار)

(۹) اگر امام عید کی تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیئے کہ وہ بغیر ہاتھ اٹھائے حالت رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لے۔ قیام کی طرف نہ لوٹے، اگر قیام کی طرف لوٹ آیا تب بھی نماز ہو جائے گی

فاسد نہ ہو گی اور بہر حال میں بوجہ کثرتِ اژدحام کے سجدۂ سہو نہ کرے۔ (درمختار و شامی)

(۱۰) اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام عید کی تکبیروں سے فارغ ہو گیا ہو تو اب اگر قیام میں شریک ہُوا ہے تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبیریں کہہ لے۔ اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو۔ اگر رکوع میں شریک ہو تو اگر گمان غالب ہو کہ تکبیریں کہنے کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر پہلے تکبیریں کہہ لے، اس کے بعد رکوع میں جائے اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع ہی میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے۔ مگر اس حالت میں تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر تین مرتبہ تکبیریں کہنے سے پہلے ہی امام رکوع سے سر اٹھائے تو یہ مقتدی بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہوں، وہ اس سے معاف ہیں۔ (درمختار و شامی)

(۱۱) اگر کسی کے عید کی ایک رکعت رہ گئی ہو تو امام کے سلام کے بعد جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأۃ کرے۔ اس کے بعد یہ تکبیریں کہے۔ اگر دونوں رکعتیں رہ گئی ہوں، یعنی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کوئی شخص شریک ہُوا تو امام کے سلام کے بعد وہ اسی طرح عید کی نماز ادا کرے جس طرح امام نے ادا کی ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں سبحانک اللّٰھم کے بعد قرأت سے پہلے تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد کہے۔ (درمختار)

(۱۲) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو۔ یعنی امام کے سلام کے بعد آیا ہے تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ جو شخص نماز عید میں شریک ہو گیا ہو اور پھر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو اس پر بھی اس کی قضا واجب نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ کچھ اور آدمی بھی شریک ہو جائیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔ (درمختار)

(۱۳) اگر کسی عذر سے پہلے دن نمازِ عید نہ پڑھی جا سکی ہو تو عید الفطر کی نماز

دوسرے دن کے زوال تک اور عید الاضحیٰ کی بارہویں تاریخ کے زوال تک پڑھی جاسکتی ہے۔ (درمختار)

(۱۴) عید الاضحیٰ میں بغیر عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے اور عید الفطر میں عذر کے بغیر تاخیر کرنے سے بالکل نماز ہوتی ہی نہیں۔

عذر کی مثالیں:۔ کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو۔ اور اس کے بغیر نماز پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو۔ یا بارش ہو رہی ہو۔ یا چاند کی تاریخ کی تحقیق نہ ہوئی ہو۔ اور زوال کے بعد جب نماز کا وقت جاتا رہا تو چاند کی تحقیق ہوئی ہو۔ (درمختار و شامی)

(۱۵) امام نے نماز عید پڑھائی۔ پھر بعد میں معلوم ہوا کہ بغیر وضو پڑھائی گئی۔ اب اگر لوگوں کے متفرق ہونے سے پہلے معلوم ہو گیا تو امام وضو کرے اور لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائے اور اگر لوگ متفرق ہو چکے ہوں تو نماز کا اعادہ نہ کیا جائے وہی نماز جائز ہو گی۔ (شامی صفحہ ۷۸۳ جلد ۱)

(۱۶) جس شخص کو عید گاہ میں وضو کرنے سے نماز عید کے نہ ملنے کا خوف ہو تو وہ تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جائے۔ (درمختار)

(۱۷) عید الاضحیٰ کے دن منیٰ میں چونکہ مناسک حج میں مشغولیت ہوتی ہے اس لئے اہلِ منیٰ پر عید کی نماز واجب نہیں۔ (شامی بحوالہ مبسوط)

نمازِ عید الاضحیٰ کے احکام

عید اور بقرعید کی نماز شہر اور قصبہ اور اس بڑے گاؤں کے لوگوں پر واجب ہے جو قصبہ کے مشابہ ہو جیسا کہ جمعہ، اور جس طرح جمعہ چھوٹے گاؤں میں جائز نہیں اسی طرح عیدین کی نماز بھی جائز نہیں۔ اس لئے چھوٹے گاؤں میں ہرگز نہ پڑھی جائے۔ اور بقرعید کے روز سنت یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے کچھ کھائیں پئیں نہیں،[1] جو لوگ قربانی کریں ان کے لئے یہ مسنون ہے کہ نماز کے بعد بھی نہ کھاویں بلکہ قربانی کے بعد اپنی قربانی میں[2] سے کھاویں۔ اور نماز سے پیشتر غسل اور مسواک کر کے اپنے موجودہ کپڑوں میں سے عمدہ ترین کپڑے پہنیں اور خوشبو لگائیں اور جہاں تک ہو سکے جلدی عیدگاہ پہنچیں اور پیدل جاویں اور راستہ میں بآواز بلند تکبیر کہتے رہیں۔ تکبیر وہی ہے جو ایام تشریق کے حاشیہ میں گزری یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ اور نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر پڑھیں کہ بعض فقہاء نے اس کو واجب کہا ہے اور خطبہ کے وقت اسی طرح صف بستہ چپ چاپ بیٹھے رہیں۔ اکثر لوگ خطبہ نہیں سنتے وہ برا کرتے ہیں اور ترک سنت متوارثہ کے وبال میں گرفتار ہوتے ہیں اور جو لوگ خطبہ کے وقت بولتے ہیں سخت گنہگار ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت چپ رہنا واجب ہے۔ پھر جب واپس ہوں تو جس راستے سے گئے تھے اس راستہ سے نہ آویں، بلکہ دوسرے راستہ سے لوٹیں اور واپسی میں اگر کسی چیز پر سوار

---

[1] اور عید الفطر میں نماز سے قبل کوئی شیریں چیز کھانا مسنون ہے، نیز یہ کہ صدقہ فطر نماز سے پہلے ہی ادا کرے اور راستہ میں تکبیر آہستہ کہی جاوے، باقی سب سنتیں وہی ہیں جو بقرعید میں ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] اور دیہاتی لوگ اگر صبح ہی قربانی کر کے شہر میں عید پڑھنے آویں تو وہ نماز سے پیشتر ہی قربانی میں سے کھالیں۔

ہو جائیں تو مضائقہ نہیں ۔

تنبیہ اول بعض جگہ دستور ہے کہ جب عید گاہ میں مرد نماز کو جاتے ہیں تو عورتیں جمع ہو کر اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھتی ہیں، پھر بعض جگہ تو جماعت کرتی ہیں اور بعض جگہ تنہا پڑھتی ہیں ۔ حالانکہ دونوں طرح کراہت سے خالی نہیں ۔ کیونکہ نمازِ عید سے قبل نفل پڑھنا مکروہ ہے اور جماعت ہونے سے زیادہ کراہت ہو جاتی ہے کیونکہ عورتوں کی جماعت بھی مکروہ ہے اور اہتمام سے نفل کی جماعت بھی مکروہ ہے ۔ غرض جماعت میں تین مکروہات جمع ہو جاتے ہیں و نیز ایک گناہ بے پردگی کا ہوتا ہے کیونکہ یہ گمان کرتی ہیں کہ سب مرد چلے گئے اس لئے بے فکر نکلتی ہیں حالانکہ بعض آدمی راستے میں مل جاتے ہیں اس لئے اس سے نہایت اہتمام کے ساتھ بچنا لازم ہے اور اگر کوئی نفل پڑھنا چاہے تو نماز عید کے بعد اپنے گھر میں تنہا ہی چار نفل چاشت کی نیت سے پڑھ لے تو ثواب ہے ۔

تنبیہ دوم عیدین کی نماز عید گاہ میں پڑھنا مسنون ہے ۔ اس واسطے اگر امام عید گاہ دیندار ہو تو عید گاہ میں جانا چاہیئے البتہ اگر بیماری ہے یا بڑھاپے کے سبب مسجد میں شریک ہو جاوے تو مضائقہ نہیں اور مسجدوں میں عیدین کی نماز معذور لوگوں ہی کی واسطے جاری ہوئی ہے ۔ لیکن جب امام عید گاہ ایسا ہو جس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہو تو پھر دیندار امام کے پیچھے مسجد میں پڑھ لیں ۔ غرض بلا وجہ مسجدوں میں نمازِ عید نہ پڑھی جاوے ۔

تنبیہ سوم عید کی نماز کے بعد تو دعا مانگنے کی گنجائش ہے لیکن خطبہ کے بعد دُعا مانگنا محض بے دلیل ہے ۔ اس واسطے خطبہ کے بعد دعا نہ مانگی جاوے ۔

تنبیہ چہارم نماز عیدین کے لئے اذان اور اقامت نہیں ہے اور یہ جو دستور ہے کہ الصلوٰۃ ! الصلوٰۃ پکارتے ہیں، یہ بدعت ہے اس کو ترک کرنا چاہیئے ۔

تنبیہ پنجم عید الفطر کی نماز میں تاخیر بہتر ہے اور عید الاضحیٰ میں تعجیل اور معیار اس کا یہ ہے کہ شروع وقت سے اخیر تک یعنی اشراق سے نصف النہار تک کا حساب لگایا جاوے جتنا وقت ہوتا ہو اس کا آدھا کریں، آدھے سے پیشتر پڑھنا تعجیل ہے اور آدھے کے بعد پڑھنا تاخیر۔ اس حساب سے بقر عید کی نماز چھوٹے دنوں میں طلوع آفتاب کے بعد اڑھائی گھنٹہ کے اندر اندر ہونا چاہیئے۔ اور بڑے دنوں میں اس سے کچھ دیر بعد اور عید الفطر کا مستحب وقت چھوٹے دنوں میں طلوع سے اڑھائی گھنٹہ بعد شروع ہو جاتا ہے اور بڑے دنوں میں ساڑھے تین گھنٹے بعد۔

تنبیہ ششم خطبہ صرف عربی میں پڑھا جاوے۔ اردو، فارسی وغیرہ کوئی زبان شامل نہ کی جاوے اور اگر ضروری مسائل سنانا مقصود ہو تو خطبہ ختم کر کے ممبر سے اُتر کر سناویں، بلکہ مجمع کی ہئیت بھی بدل دی جاوے اور اس کا بھی التزام نہ کیا جاوے بلکہ کبھی سناویں کبھی نہیں۔

نمازِ عیدین کا طریقہ

امام یوں نیت کرے کہ میں دو رکعت واجب نماز عید[۱] چھ زائد تکبیروں سمیت پڑھتا ہوں منہ طرف کعبہ شریف کے۔ اور مقتدی اس کے ساتھ یہ نیت بھی کریں پیچھے اس امام کے۔ یہ نیت کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور پھر سبحانک اللّٰھم پڑھیں۔ اس کے بعد تین تکبیریں اس طرح کہی جاویں کہ دو تکبیروں میں تو کانوں تک ہاتھ اٹھا اٹھا کر چھوڑتے رہیں اور تیسری تکبیر میں بھی ہاتھ اٹھاویں مگر چھوڑیں نہیں بلکہ باندھ لیں۔ بعد ازاں امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر بلند آواز سے قرأت یعنی الحمد اور سورۃ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ سورہ اعلیٰ و غاشیہ

---

[۱] اگر عید میں عید الفطر اور بقر عید میں عید الاضحیٰ کا ا... لیں تو بہتر ہے و نیز امام کو امامت کی نیت بھی کر لینا چاہیئے۔

پڑھی جاویں۔ مگر اس پر ہمیشہ پابندی نہ کی جاوی اور مقتدی حسب معمول خاموش رہیں اور دوسری نمازوں کی طرح رکوع سجدہ وغیرہ کر کے دوسری رکعت میں اول امام بلند آواز سے قرأت پڑھے اس کے بعد تکبیریں کہی جائیں اور تینوں تکبیروں میں ہاتھ اٹھا اٹھا کر چھوڑتے جائیں۔ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر رکوع کے واسطے کہہ کر رکوع میں جاویں اور دوسری نمازوں کی طرح سجدوں کے بعد التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دیں اور امام کو چاہیئے کہ تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ کرے کہ مقتدیوں کے فارغ ہونے کا گمان ہو جاوے اور جو شخص بعد میں آکر شامل ہو اس کی چند صورتیں ہیں، سب کو الگ الگ لکھا جاتا ہے۔

پہلی صُورت

اگر کوئی شخص تکبیروں سے پہلے ہی آگیا تب تو نیت باندھ کر شامل ہو جائے اور اگر ایسے وقت پہنچا کہ تکبیریں ہو رہی ہیں تو جتنی تکبیریں مل جاویں اتنی ساتھ کہہ لے اور باقی ماندہ بعد میں اسی وقت کہہ لے اور کل تکبیریں ہو چکی ہوں تو نیت باندھتے ہی فوراً تینوں تکبیریں کہہ لے خواہ قرأت شروع ہو چکی ہو اور ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کا وہی طریقہ ہے جو اوپر گزر چکا۔

دُوسری صُورت

اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں جا چکا ہے تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل جاوے گا تب تو طریقہ مذکورہ کے موافق تکبیریں کہنے کے بعد رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جاوے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ رکوع نہ ملے گا تو رکوع میں شریک ہو جاوے اور رکوع ہی میں تسبیح کی جگہ بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیریں کہہ لے اور اگر ایک یا دو تکبیر کے بعد امام رکوع سے اٹھ جاوے تو یہ بھی ساتھ اٹھ جاوے، باقی تکبیر معاف ہے۔

تیسری صورت

جو شخص دوسری رکعت میں اسوقت آیا ہو جب امام رکوع میں جا چکا ہے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی رکعت کے رکوع کا ابھی لکھا گیا ہے اور پہلی رکعت جو رہ گئی ہے، جب امام کے سلام دینے پر اس کو پڑھے تو اول قرأت پڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد تین تکبیریں زائد ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہنے کے بعد چوتھی تکبیر رکوع کے لئے بغیر ہاتھ اٹھائے کہتا ہوا رکوع میں جائے جیسا کہ دوسری رکعت میں حکم ہے۔

چوتھی صورت

اگر دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کسی وقت آکر ملے تو پھر دونوں رکعت اس طریقہ سے پڑھے جو شروع میں لکھا گیا ہے۔

چند ضروری مسائل

(۱) اگر امام نے پہلی رکعت کی تکبیر بھول سے چھوڑ کر قرأت شروع کر دی ہو تو یہ حکم ہے کہ اگر الحمد پڑھتے پڑھتے یاد آجائے تب تو تکبیریں کہہ کر دوبارہ[۱] الحمد شریف پڑھی جائے اور اگر سورت شروع کر دی ہے تو پھر سورت پوری کرنے کے بعد دوسری رکعت کی طرح تین تکبیریں زائد اور چوتھی تکبیر رکوع کے لئے کہہ کر رکوع میں چلے جاویں، قرأت کا اعادہ نہ کیا جائے اور اگر رکوع میں یاد آوے تو تکبیروں کے لئے رکوع سے اٹھنا جائز نہیں بلکہ رکوع ہی میں آہستہ[۲] آہستہ کہہ لے۔

---

[۱] اگر الحمد پوری پڑھ لی تھی یا اکثر حصہ پڑھ لیا تھا تو اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا مگر امام سجدۂ سہو نہ کرے جیسا کہ آگے آتا ہے اور مسبوق کرے ۱۲ منہ [۲] کیونکہ بلند آواز سے کہنے میں جماعت گڑبڑ کرے گی۔

اور مقتدیوں میں سے بھی جس کو یاد آئے اپنی اپنی تکبیریں کہہ لیں خواہ اُن کو امام کے تکبیر کہنے کا پتہ لگا ہو یا نہ ہو۔ اور اگر کسی نے رکوع سے اُٹھ کر تکبیریں کہنے کے بعد رکوع کیا تو نماز ہوگئی مگر بُرا کیا اور یہی تفصیل اس مسبوق کے لئے ہے جس کی دونوں رکعت رہ گئی ہوں۔

(۲) اسی طرح اگر دوسری رکعت میں امام تکبیریں بھول کر رکوع میں چلا جائے تب بھی تکبیروں کے واسطے رکوع سے واپس نہ ہو بلکہ رکوع ہی میں آہستہ آہستہ تکبیریں پڑھ لے اور مقتدی بھی جیسا کہ ابھی (۱) میں گزرا۔ اور یہی حکم مسبوق کے بھول جانے کا ہے۔

(۳) نماز عیدین میں اگر بھول سے تکبیر رہ جاویں یا اور کوئی بات سجدہ سہو کی موجب ہو جائے تو امام کو چاہیئے کہ سجدہ سہو نہ کرے۔ کیونکہ زیادہ مجمع کی وجہ سے لوگوں کو غلطی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ البتہ اگر مجمع کم ہو اور غلطی کا اندیشہ نہ ہو تو سجدہ سہو کر لے۔ اگر مسبوق سے اس کی رہی ہوئی نماز میں کوئی بات سجدہ سہو کی موجب سرزد ہو تو اس کو سجدہ سہو واجب ہے۔

(۴) اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے نماز بالکل نہیں ہوئی تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مجمع متفرق ہونے سے پیشتر ہی پتہ لگ گیا تب تو دوبارہ نماز پڑھنی ضروری ہے اور اگر مجمع متفرق ہونے کے بعد خبر ہوئی تو دوبارہ نماز میں مختلف روایات ہیں مگر آسانی اس روایت کو لینے میں ہے کہ اب جماعت کا دہرانا ضروری نہیں بلکہ صرف امام نماز لوٹا لے۔ وہو حکم الاستحسان کما فی الشامی عن البدائع۔ ہاں اگر احتیاطاً اعلان کر کے دوبارہ پڑھ لی جائے تو بہتر ہے۔ اگر اس روز موقع نہ ملے تو عید الفطر میں دوسرے روز بھی لوٹا سکتے ہیں اور عید الاضحٰے میں تیسرے روز بھی یہ سب تفصیل امام کی نماز فاسد ہونے میں ہے اور اگر مقتدی یا مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے تو کسی حال میں قضا نہیں ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص عید گاہ میں ایسے وقت پہنچا کہ نماز ختم ہو چکی ہے تو یہ

تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا، بلکہ اگر دوسری جگہ نماز ہوتی ہو وہاں چلا جائے ورنہ چار رکعت چاشت کی نیت سے پڑھ لے اور اگر چند آدمی رہ گئے ہوں تو جائز ہے کسی دوسری جگہ جماعت کر کے نماز عید پڑھ لیں۔

الحمد للہ کہ آج ۲۹ ذوالعقدہ ۹۲ھ بروز جمعہ احکام العیدین کا مسودہ پورا ہو گیا اللہ تعالےٰ اس کو قبول اور نافع بنائیں آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ
— محمد وآلہ واصحابہ اجمعین —

کتبہٗ

الاحقر السید عبد الشکور الترمذی عفی عنہ

خادم طلبہ مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودہا